REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61,

REGD. NO. P/GDP-3.

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ولقد نصرکم اللّٰہ ببدرٍ وّانتم اذلّۃ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

شمارہ ۲۹

شرح چندہ

سالانہ ۴۵ روپے

ششماہی ۲۳ روپے

ممالک غیر بذریعہ بحری ڈاک ۱۶۰ روپے

فی پرچہ ایک روپیہ

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

2628
Dr Major Zaheeruddin Khan sb
A.M.C. Command Hospital
Sec:- 12
U.T. CHANDIGARH.- 160012

بسمارت

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۱۲ ؍ وفا (جولائی) ۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بارے میں ہفتہ زیرِ اشاعت کے دوران ملنے والی اطلاعات کے مطابق حضور انور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔ احباب کرام التزام کے ساتھ حضور انور کی صحت و سلامتی ۔ درازیٔ عمر اور مقاصدِ عالیہ میں فائز المرامی کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔

● ـــ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظرِ اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان مع محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ مورخہ ۸ جولائی کو آندھرا و کرناٹک کی بعض جماعتوں کے دورہ کیلئے حیدر آباد تشریف لے گئے ہیں۔ احباب جماعت سے ہر دو بزرگان کی سفر و حضر میں خیر و عافیت اور مرکز سلسلہ میں بخیریت مراجعت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ محترم صاحبزادہ صاحب کی عدم موجودگی میں محترم شیخ عبد الحمید صاحب عاجز بحیثیت قائم مقام امیر جماعت فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

● ـــ مقامی طور پر جملہ درویشانِ کرام اور احبابِ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیریت ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

---

۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۰۷ھ | ۱۶ وفا ۱۳۶۶ ہش | ۱۶ جولائی ۱۹۸۷ء

جماعتِ احمدیہ سیرالیون کے ۳۷ ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب انعقاد

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کا ایمان افروز و روح پرور اور صدر مملکت سیرالیون و وائس پریذیڈنٹ کے حوصلہ افزا پیغامات

رپورٹ مرتبہ ۔ مکرم مولوی حنیف احمد صاحب محمود ۔ مبلغ سلسلہ ۔ سیرالیون

جماعت ہائے احمدیہ سیرالیون کا جلسہ سالانہ مورخہ ۱۳-۱۴-۱۵ مارچ بروز جمعہ ۔ ہفتہ ۔ اتوار کو اپنی سابقہ روایات کے ساتھ پوری شان و شوکت سے SOUTH PROVINCE کے ہیڈ کوارٹر بو (BO) میں منعقد ہوا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر لحاظ سے کامیاب رہا ۔ اور بے شمار رحمتوں اور برکتوں کا موجب بنا ۔ بہت سے دلوں کو اسلام اور احمدیت کی جانب معطر کرتا ہوا اور اٹھارہ (۱۸) نئی روحوں کو اسلام اور احمدیت میں روحانی جنم دیتا ہوا روانہ ہوا ۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک ۔

ملک کی اقتصادی حالت اور جلسہ کی کامیابی :

ملک کی اقتصادی و مالی حالت دن بدن بلکہ گھڑی بہ گھڑی خراب سے خراب تر ہوتی چلی جا رہی ہے ۔ خصوصاً پٹرول کی صورتِ حال سب سے زیادہ بدتر ہے ۔ کرایہ جات میں بے انتہا اضافہ ہو جانے کی وجہ سے [illegible] کی طاقت سے باہر ہے ۔ ان ناگزیر حالات میں ایک لمبے عرصہ سے خداوند کریم کا پیار ایک بہت ہی نرالے رنگ میں دیکھنے میں آ رہا ہے ۔ اور جب بھی جماعت احمدیہ کسی تقریب کا انعقاد کرتی ہے اور جوں جوں وہ قریب آتی جاتی ہے توں توں پٹرول کی قلت اور کرایہ جات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ۔ مگر اس کے باوجود ہر فنکشن کی کامیابی کا ایک نرالا رنگ ہوتا ہے ۔ اور ایک نئی شان و شوکت سے اختتام پذیر ہوتا ہے ـــ !

خدا تعالیٰ کے پیار کا یہی سلوک اس جلسہ سالانہ میں بھی دیکھنے میں آیا ۔ جبکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کے دیوانے اور شمعِ احمدیت کے پروانے سفر کی گوناگوں مشکلات و مصائب کے باوجود دیوانہ وار امڈتے چلے آئے ۔ کئی احباب بیس بیس میل کا پیدل سفر طے کر کے عرفانِ الٰہی کا جام پینے کے لئے بو پہنچے ۔ ایک فدائی BO سے تقریباً چالیس میل دور واقع ایک پرانی جماعت BANDA JUMA SOWA سے پیدل چل کر تشریف لائے ۔ جب وہ احمدیہ مشن بو میں داخل ہوئے تو پسینے سے شرابور تھے ۔ ان کا سامان گٹھڑی میں بندھا ہوا سر پر جبکہ جوتی ہاتھوں میں تھی ۔ محترم امیر صاحب اور دوسرے مبلغینِ کرام سے مصافحہ و معانقہ کرنے کے بعد جیب سے یکصد لیونز (۱۰۰/- لیونز) نکال کر محترم امیر صاحب کے حوالے کئے ۔ اور کہا کہ میری طرف سے یہ SACRIFICE ہے جو کہ خاکسار نے پیدل سفر کر کے اسلام و احمدیت کی خدمت و اشاعت کے لئے محفوظ کی ہے ۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ ۔

اسی طرح GANDOHUN سے دو احباب تیس میل کا فاصلہ پیدل طے کر کے بو پہنچے ۔ جبکہ بواجے بو جماعت کا قافلہ جلسہ سالانہ سے واپسی پر بو سے بواجے بو تک پچاس میل سے زائد کا فاصلہ طے کر کے واپس پہنچا ۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ ۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص میں برکت دے اور اپنے افضال سے نوازے ۔

مہمانوں کی آمد اور اُن کا استقبال :

جلسہ سے دو تین دن قبل ہی مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا ۔ محترم امیر صاحب دو تین دن پہلے انتظامات کی نگرانی کے لئے تشریف لا چکے تھے ۔ [illegible] نے مہمانوں کا استقبال کیا ۔ بفضلہ تعالیٰ جلسہ کی حاضری دو ہزار افراد پر مشتمل تھی ۔ مہمانوں کی آمد کے پُر رونق سلسلہ کو ویڈیو فلم کے ذریعہ محفوظ کر لیا گیا ۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ امسال بھی گزشتہ سال کی طرح جلسہ کی تمام کارروائی ویڈیو فلم کے ذریعہ محفوظ کیا گیا ہے ۔

جلسہ گاہ کی تیاری :

جلسہ گاہ کی تیاری کا انتظام مسٹر [illegible] پرنسپل احمدیہ مسلم سیکنڈری سکول بو کے ذمہ تھا جو انہوں نے اپنے سٹاف اور طلبہ کی مدد سے بڑی محنت کے ساتھ تیار کر رکھا تھا ۔ پنڈال کو رنگ برنگ کی جھنڈیوں اور دیدہ زیب بینرز سے سجایا گیا تھا ۔ جو احمدیت کی خاموش تبلیغ کا ذریعہ تھے ۔ اس کے علاوہ مسجد احمدیہ ناصر بو اور احمدیہ مشن بو کو بھی جھنڈیوں سے سجا رکھا تھا ۔

جلسہ سالانہ کا باقاعدہ آغاز :

مورخہ ۱۳ مارچ کو صبح نو بجے سے قبل ہی لوگ پنڈال میں جمع ہونے شروع ہو گئے تھے ۔ ٹھیک نو بجے محترم مولانا خلیل احمد صاحب مبشر امیر و مبلغ انچارج سیرالیون ـــــ

(باقی دیکھئے ص۱۳ پر)

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

ـــــ (الہام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) ـــــ

پیشکش :- عبد الرحیم و عبد الرؤف ، مالکان حمید ساڑی ہاؤس مارکیٹ صالح پور ۔ کٹک ۔ (اڑیسہ)

ملک صلاح الدین ایم ۔ اے پرنٹر و پبلشر نے فضلِ عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا ۔ پروپرائیٹر : صدر انجمن احمدیہ قادیان ۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ہفت روزہ بدر قادیان

مورخہ ۱۶ ر وفا ۱۳۶۶ ہش

ایک لرزہ خیز اور المناک سانحہ!

۱۰ ر جولائی کی صبح ایک ایسی المناک اور کرب انگیز خبر لے کر آئی جس نے آن کی آن میں سرسبز و شاداب صُوبہ پنجاب کو حُزن ملال کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیا۔ ریڈیو اور ٹی وی سے نشر ہونے والی اس خبر میں اگرچہ شک وشبہ کی کوئی بھی گنجائش موجود نہ تھی۔ تاہم ذہن کسی طرح بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا کہ عوامی مسائل سے گہری دلچسپی رکھنے والے پنجاب کے ہر دلعزیز سیاسی لیڈر جناب سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ درجن بھر سے زائد نامعلوم مُسلّح افراد کی اندھادھند فائرنگ کا نشانہ بن کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ چکے ہیں۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

مختلف ذرائع سے ملنے والی تفصیلی اطلاعات کے مطابق یہ اندوہناک اور کرب انگیز سانحہ گزشتہ رات تین بجے کے قریب جبکہ جناب باجوہ صاحب چار قریبی احباب، ایک سرکاری محافظ اور نجی کار ڈرائیور کے ساتھ امرتسر مجیٹھہ روڈ پر واقع اپنے زرعی فارم ہاؤس کی بالائی چھت پر سو رہے تھے، پیش آیا۔ عینی شہادتوں کے مطابق رات کے پچھلے پہر ایک درجن سے زائد مسلح افراد دبے پاؤں فارم ہاؤس میں داخل ہوئے اور وہاں پر سوئے ہُوئے سبھی افراد پر گولیوں کی بوچھار کر دی۔ جس کے نتیجہ میں جناب باجوہ صاحب، آپ کے تین قریبی دوست، سرکاری محافظ اور کار ڈرائیور موقع پر ہی ہلاک ہوگئے۔ ایک شخص کو زخمی حالت میں امرتسر کے سول ہسپتال میں داخل کیا گیا ہے۔ فارم کے ملازمین نے حملہ آوروں کو اُس وقت دیکھا جبکہ وہ موقع واردات سے واپس لوٹ رہے تھے۔ مگر رات کی تاریکی میں وہ کسی ایک کی بھی شناخت نہیں کر سکے۔

جناب باجوہ صاحب کے اندوہناک سانحۂ ارتحال کی خبر ملتے ہی صوبائی حکومت، کارپوریشنوں اور بورڈوں کے تمام دفاتر اور تعلیمی ادارے بند کر دئیے گئے۔ قادیان اور ضلع گورداسپور کے متعدد اہم شہروں میں عام ہڑتال کی گئی۔ صدر انجمن احمدیہ کے جملہ دفاتر اور ادارہ جات میں بھی تعطیل کر دی گئی۔

پولیس کی طرف سے ضابطہ کی کارروائی مکمل ہو چکنے کے بعد جناب باجوہ صاحب کی میّت امرتسر سے سہ پہر ۱/۲ ۳ بجے کے قریب ریلوے روڈ قادیان پر واقع اُن کی کوٹھی میں لائی گئی۔ جہاں سوگواروں کا صبح ہی سے تانتا بندھا ہُوا تھا۔ اس موقعہ پر عہدیداران و افرادِ جماعت نے بھی محترم ناظر صاحب اعلیٰ کی سرکردگی میں جناب باجوہ صاحب کی کوٹھی پر جا کر پسماندگان و لواحقین سے گہرے دُکھ اور تعزیت کا اظہار کیا۔ اگلے روز طے شدہ پروگرام کے مطابق ٹھیک دو بجے جناب باجوہ صاحب کی ارتھی پھولوں سے سجی ہُوئی ایک کھلی گاڑی میں رکھ کر بہت بڑے جلوس کی شکل میں مین بازار سے ہوتے ہوئے کوٹھی دارالسلام کے عقب میں واقع اُن کے نجی زرعی فارم میں لے جائی گئی۔ جہاں صوبائی سطح کے متعدد قومی و سیاسی رہنماؤں، سینئر سرکاری حکام، عہدیداران و احبابِ جماعت اور قادیان و مضافات کے ہزاروں غم زدہ افراد کی موجودگی میں پورے سرکاری اعزاز کے ساتھ میّت کو سپردِ آتش کیا گیا۔

جناب باجوہ صاحب امن و سلامتی کے علمبردار، انسانی قدروں کے محافظ اور بلا امتیاز مذہب و ملّت ہر فرد سے یکساں ہمدردی رکھنے والے ایک بے باک، معاملہ فہم، باذوق و با اخلاق اور بزلہ سنج شخصیت کے حامل ہر دلعزیز سیاسی لیڈر تھے۔ آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز قادیان کی میونسپل کمیٹی سے کیا۔ اور بہت جلد صوبائی سطح پر ایک اہم مقام حاصل کر لیا۔ چالیس سالہ طویل سیاسی سفر کے دوران آپ گورنام سنگھ اکالی وزارت میں بطور صُوبائی وزیر بھی شامل کئے گئے۔ ۱۹۸۶ء تک آپ، گورداسپور ضلع کانگریس آئی کے صدر بھی رہے۔

جماعتِ احمدیہ کے ساتھ آپ کے بہت پُرانے اور گہرے مراسم تھے۔ نہ صرف یہ کہ آپ جماعت کی درخشندہ روایات، اس کی پاکیزہ تعلیمات اور نیک عملی نمونہ کی دل سے قدر کرتے تھے بلکہ ہر آڑے وقت میں اس کی اخلاقی مدد کرنے میں قلبی راحت بھی محسوس کرتے تھے۔ تقسیمِ ملک کے بعد محکمۂ کسٹوڈین کی طرف سے کھڑی کردہ بعض دُشواریوں کے ازالہ کے لئے آپ نے جماعت کو اپنا بھرپور تعاون دیا۔ ۱۹۷۱ء کی ہند و پاک جنگ کے دوران جب کچھ شر پسندوں کی انگیخت پر احمدی آبادی کو محلہ احمدیہ سے کسی دُوسری نامعلوم جگہ پر منتقل کئے جانے کا تشویشناک مرحلہ پیش آیا، تب بھی جناب باجوہ صاحب اپنے سیاسی کیریئر سے بے نیاز ہو کر جماعت کی بھرپور حمایت میں پیش پیش رہے۔ اِسی طرح شر پسند عناصر کی طرف سے جب بھی شہر کی پُر امن فضا کو جماعت کے خلاف مکدّر کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی، جناب باجوہ صاحب نے ہمیشہ اپنا ذاتی اثر و رسوخ استعمال کر کے اُن کے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ یہ جماعت اور افرادِ جماعت کے تئیں دلی اخلاص اور محبّت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ ہر سال جلسہ سالانہ کے موقع پر اندرون و بیرونِ مُلک سے تشریف لانے والے احمدی احباب کو اپنی کوٹھی پر ضرور مدعو کرتے۔ خلفاءِ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے بھی آپ کے دِل میں گہری عقیدت اور احترام پایا جاتا تھا۔ جب بھی کوئی دُشواری محسوس کرتے آپ خلیفۂ وقت کی خدمت میں دُعا کی درخواست کرتے۔ نیز اِنتخابات میں کامیابی اور خوشی کے دوسرے مواقع پر آپ بیت الدُّعا اور مسجد مُبارک میں سجدۂ شُکر بجا لانے کے لئے ضرور تشریف لاتے۔ غرضیکہ آپ کی شخصیّت ایسی بے شمار نادر و نایاب خوبیوں کا مرقع تھی جو آپ کی یاد کو ہمیشہ تر و تازہ رکھے گی۔

اِدارہ بدر اِس اندوہناک سانحۂ ارتحال پر تمام افرادِ خاندان۔ لواحقین اور محبوّں سے گہرے دُکھ اور دِلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اور بارگاہِ ربّ العزّت میں دست بدُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب باجوہ صاحب کی رُوح کو ابدی سکون عطا فرمائے۔ آمین۔

(خورشید احمد انور)

اَلْقُدْرَۃُ لِلّٰہِ

تیری قُدرت کی نہیں ہے یا الٰہی اِنتہا
تُو صمد ہے ہم سراسر ہیں نیازِ اِعتنا

زندگی کا لمحہ بھر تیری عنایت کے بغیر
غیر ممکن ہے یقیناً، خالقِ ارض و سماء

نوعِ انساں کو عبادُ اللّٰہ کا بخشا مقام
فطرتِ صالح میں رکھ دی آتشِ شوقِ لقا

پھر تلطّف سے سکھایا زندگی بخش کلام
پیار سے خُود ہی بنایا صاحبِ "قالُوا بلیٰ"

جادۂ صدق و صواب آسان کرنے کے لئے
وقفہ وقفہ بھیجتا رہتا ہے اپنے انبیاء

تیری قُدرت کا بلاشک یہ حسیں شہ کار ہے
مُعجزہ ہے تیری عظمت کا شہِ ہر دو سرا

حُسنِ ظاہر اور باطن میں ہُوا جو بے مثل
تیری قُدرت کا نشانِ پُر شکوہ و دلربا

مرحبا! انسانِ کامل ہے محمّد مُصطفٰےؐ

محتاجِ دُعا۔ خاکسار عبدالرحیم راٹھور

خطبہ جمعہ

قوموں کی زندگی میں وہ دور بہت ہی اہم ہوتا ہے جب ایک نسل دوسری نسل سے جدا ہو رہی ہوتی ہے

تابعین کی نسل کو صحابہ سے تربیت پانے کا لمبا عرصہ ملا جو کم و بیش ایک صدی تک دراز ہے

اس عرصے میں بھی اگر ہم تربیت پاکر تربیت کے ماحصل کو اپنی ذات میں محفوظ نہ رکھیں تو یہ ہماری بدقسمتی ہے

ارشاد سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۵؍ہجرت ۱۳۶۶ ہش / ۱۹۸۷ء بمقام مسجد فضل لندن

مرتبہ: مکرم عبد الحمید غازی صاحب لندن

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد فرمایا:۔

قوموں کی زندگی میں وہ دور بہت ہی اہم ہوتا ہے جب ایک نسل دوسری نسل سے جدا ہو رہی ہوتی ہے اور اُسے ہم دو نسلوں کے جوڑ یا سنگم کا زمانہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ جدائی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے نتیجے میں یک لخت واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک تاریخی لمبا سلسلہ ہے جو کافی مدت تک دراز رہتا ہے۔ لیکن بالآخر اپنے آخری دموں تک پہنچتا ہے۔

صحابہ کی نسل سے تابعین کی نسل کی جدائی کا یہ دور بھی ایک لمبا تدریجی عمل ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے لمحہ سے شروع ہوا اور قریباً ۹۰ برس ہو گئے۔ ابھی تک جاری ہے۔ آج بھی ہیں صحابہ تو موجود ہیں لیکن بہت شاذ۔ اور صحابہ میں سے وہ صحابہ جو اس زمانے میں، صحابہ کی صف اوّل میں، یا صف دوم میں بھی شمار نہیں ہوتے تھے بلکہ جو خاص صحابہ کا دور کہلاتا ہے۔ جب وہ کثرت کے ساتھ ملتے تھے، اُس وقت صحابہ کے ساتھ شامل ہوتے تھے، یہ صحابہ جو آج ہم میں زندہ ہیں؛ یہ غیر معمولی فخر محسوس کیا کرتے تھے۔ واقعۃً یہ فخر درست تھا۔ لیکن جہاں تک دوروں کا تعلق ہے وہ شوقاً ایسے صحابہ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بھی نمایاں حیثیت اختیار فرما چکے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ، حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ، وغیرہ یہ غیر معمولی شان سے

چمکنے والے ستاروں کا وہ گروہ ہے

کہ جن کی روشنی میں۔ بعض دوسرے ستاروں کی روشنی مدہم پڑ گئی اور ان کی طرف توجہ نہ کی گئی۔ لیکن اب ہم ایسے دور میں داخل ہو گئے ہیں جب کہ یہی صحابہ ہمارے لئے آسمان پر چمکتے ہوئے نمایاں ستارے بن گئے ہیں اور ہماری دعائیں ہیں ہماری آرزوئیں، ہماری تمنائیں ہیں کہ ان کی روشنی ہم میں زیادہ سے زیادہ دیر تک چمکتی رہے۔ اور ان سے جدا ہونے کا وقت اور دیر تک ٹل جائے اور ان کے وصل کا عرصہ اور لمبا ہو جائے۔

لیکن، جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ خدا کی تقدیر نے تو بہر حال جاری ہونا ہے۔ ہمیں ایک لمبا عرصہ ان کی سرپرستی حاصل رہی ان کا سہارا حاصل رہا ان سے ہم نے نیک روایات سنیں اور اُن نیک روایات پر عمل کرتے ہوئے بھی دیکھا پس اس پہلو سے جہاں تک ہماری تربیت کا دور ہے یہ اتنا وسیع ہے کہ کسی انسان کو شکوے کا حق نہیں رہا کہ اسے خدا نے ہمارے تابعین کی نسل کو تو نہ صحابہ سے تربیت پانے کا زیادہ لمبا عرصہ نہیں دیا۔ کم و بیش ایک صدی تک یہ عرصہ دراز ہے۔ اور اس عرصے میں بھی اگر ہم تربیت پاکر تربیت کے ماحصل کو اپنی ذات میں محفوظ نہ رکھیں اور ان کے اخلاق کو اپنے اخلاق میں جاری و ساری نہ کرلیں۔ ان کی نیک روایات کو اپنی نیک روایات نہ بنالیں۔ ان کی دعاؤں کے رحجانات اور ان کی دعاؤں کے انداز کو اپنا نہ لیں تو پھر یہ ہماری بدقسمتی ہوگی۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا تعلق ہے اُس نے ہمیں بہت لمبا عرصہ ان چیزوں کے لئے دیا۔ ان کے جانے سے اثر ہوتا ہے۔ ایک بھی ایسا جدا ہو تو غیر معمولی تکلیف ہوتی ہے۔ کوئی ایک زمانہ تھا جب آئے دن قریباً ہر ہفتہ صحابہ فوت ہو رہے تھے۔ اُن کے جنازے پڑھے جاتے تھے۔ چونکہ پیچھے رہنے والے بھی بکثرت روشن ستارے تھے اور کثرت سے تھے۔ اس لئے اس خیال سے کہ گویا صحابہ ہم سے جدا ہو رہے ہیں، خوف و ہراس کا کوئی پہلو ذہن میں نہیں آتا تھا۔ یہ وہ وقت ہے جب کہ بعض لوگوں کی توجہ اور ذہن خوف کی طرف بھی مائل ہو جاتا ہے، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سروں سے چھت اٹھ گئی ہو۔ جیسے بے سہارا رہتے ہوں۔ یہ خوف درست نہیں ہے اور اسی کی طرف متوجہ کرنے کے لئے میں نے گزشتہ خطبے میں خاص طور پر جماعت کو

برکتوں کے دوام کا مضمون

سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بطور صحابیہ بھی ایک برکت رکھتی تھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد کی حیثیت سے جن کے متعلق الہاماً پہلے سے خبر دی گئی، بھی ایک خاص اہمیت رکھتی تھیں۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں توہمات پیدا کرنے والے یا توہمات میں بسنے والے لوگ اس قسم کی افواہیں نہ پھیلانی شروع کر دیں کہ گویا یہ ایک 'اومن' (OMEN) ہے جماعت کے لئے ایک بدشگون ہے۔ یہ بزرگ اُٹھ رہے ہیں۔ ان کی برکتیں ان کے ساتھ چلی جائیں گی۔ اب ہم بے سہارا رہ جائیں گے۔ اب ابتلاء آ جائیں گے اب فتنے زیادہ پیدا ہوں گے۔ اس طرح خطرے کی پیش بندی کے لئے میں نے مضمون کا ایک پہلو غیر معمولی زور کے ساتھ بیان کیا اور آپ کو سمجھانے کی کوشش کی کہ برکتوں کی ماہیت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کی حقیقت سے آشنا ہوں۔ پھر آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ حقیقی برکتیں اخلاق حسنہ میں ہیں، نیکیوں میں ہیں، تعلق باللہ میں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک نیکیوں، اور اخلاق حسنہ اور تعلق باللہ کے مضمون

میں بہت نمایاں شان اختیار کرنے والا بزرگ ہم سے جدا ہو رہا ہو تو اس کی جدائی کا احساس تو ضرور رہے گا۔ اس کا خلا تو ضرور محسوس ہوگا اس کا یہ نتیجہ نکالنا کہ گویا یہ برکتیں جو ایک ابدی نوعیت کی برکتیں ہیں۔ یہ ہم سے جدا ہو جائیں گی۔ یہ نتیجہ درست نہیں۔ اور اگر خلا زیادہ محسوس ہو تو پھر اس فکر کی ضرورت ہے کہ ہمارا قصور ہے کہ کیوں یہ خلا محسوس ہوتا ہے۔ یا خلا کیوں پیدا ہوا جو ہم نے محسوس کیا۔

ایک بارش برستی ہے۔ بعض زمینوں پر برستی ہے تو دیکھتے دیکھتے پانی نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔ بعض زمینوں پر برستی ہے تو وہ دیر تک اس پانی کو محفوظ رکھتی ہیں۔ دونوں جگہ بیک وقت یکساں بارش برس رہی ہو۔ ایک مقدار میں برس رہی ہو تو بارش کے معاً بعد کے مناظر ایک نہیں ہوتے۔ بعض جگہ زمینیں جو پانی کو محفوظ رکھتی ہیں، لمبا عرصہ تک اس کو اپنے ذرات میں بھی محفوظ رکھتی ہیں اور اپنی ذات سے پیدا ہونے والی نشوونما میں بھی نمایاں کر کے دکھاتی ہیں سبزی اور ہریالی کی صورت میں۔ مدت تک اس بارش کی یاد باقی رہتی ہے اور بعض ریگستانی علاقے ایسے ہیں جہاں بالعموم ایک بہار آتی ہے اور اس بارش کے ساتھ بہت تھوڑے عرصہ کے بعد وہ بہار گذر جاتی ہے۔

تو میرا مفہوم یہ تھا کہ آپ اس زمین کا منظر پیدا نہ کریں جس پہ برکتوں والی بارش برس کر جب نظر سے غائب ہوتی ہے تو اس کی برکتیں بھی نظر سے غائب ہو جاتی ہیں بلکہ ایسی سرزمین کا نقشہ دنیا کے سامنے پیش کریں جو برکتیں محفوظ کرنے والی سرزمین ہو جن کے اندر برکتیں برسیں تو مدتوں تک اُن برکتوں کی یاد باقی رہے۔ اور اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور برکتوں والے وجود پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ ہر پہلو سے نمایاں ہونے والی شخصیتیں اور ابھارتا رہتا ہے۔ پس فی الحقیقت جو خلا کا احساس ہے جو اپنی جگہ ایک آزاد حقیقت ہے۔ لیکن خلا کے مضمون کو سمجھنے کے بعد ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جتنا بڑا خلا پیدا ہوتا ہے اُس خلا میں ہماری کمزوری کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ اگر ہم برکتوں سے محبت کرنے والے ہوں اور حقیقتاً اُن کی اہمیت کو سمجھنے والے ہوں تو اُن برکتوں کو ہمیں اپنی ذات میں جاری کرنا چاہیئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو ایک ایسے نور کے طور پر قرآن کریم نے پیش فرمایا جو خدا کے نور کی مثال ہے اور وہ نور ایک حیرت انگیز شان رکھتا ہے اپنی پاکیزگی میں۔ اپنی جلا میں۔ اُس کی کوئی دوسری مثال دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن وہ آیت ختم ہونے سے پہلے پہلے وہ نور پھیلتا اور بڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اور وہ آیت کریمہ اس مضمون پر ختم ہوتی ہے کہ پھر اسی نور کو تم مومنوں کے سینوں میں مختلف گھروں میں بھی روشن پاؤ گے۔ قرآن کریم کی آیات میں سے

یہ ایک عظیم الشان آیت ہے

جو اپنے نور اور اپنی چمک میں ایک بے مثل آیت دکھائی دیتی ہے۔ ایک چھوٹے سے جملے کے اندر ایک حیرت انگیز فلم تیار کی گئی ہے جس میں خدا کے نور کی مثال دنیا پر ظاہر ہوتی دکھائی گئی۔ اُس نور کی چمک دمک، اس کی بے نظیر ہونے کی شان بیان فرمائی گئی۔ اُس کا لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ہونا بتایا گیا کہ وہ کسی قسم کے تعصبات یا نسلی رجحانات رکھنے والا نور نہیں ہے مشرق کیلئے بھی ہے مغرب کیلئے بھی ہے جس طرح خدا کی ذات سب کے لئے مشترک ہے

اس طرح محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور خدا کے نور سے رنگ پکڑ کر پیدا ہوا ہے۔ وہ بھی عالمی نوعیت کا نور ہے۔ اور پھر فرمایا۔ بظاہر اکیلا نور ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے، توحید سے مضمون شروع ہوا ہے خدا کے نور سے بات چلی ہے۔ اور غیر محسوس طور پر معاً وہ بات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے اظہار میں داخل ہو جاتی ہے اور پھر وہاں نہیں ٹھہرائی بلکہ آگے مضمون کو پھیلاتے ہوئے بتاتی ہے کہ یہ نور پھیلنے والا نور تھا۔ ایسی شمع تھی جو دوسری شمعوں کو روشن کر سکتی تھی۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اور بہت سے سینوں نے، اپنے اندر، اُس نور کو مستعار لیا اور پھر اپنی شمعیں روشن کر لیں۔ اور جگہ جگہ مومنین کے سینوں میں تم اس نور کو چمکتا ہوا اور ارد گرد ماحول کو روشن کرتا ہوا پاؤ گے۔

یہ وہ مضمون تھا جس کو میں جماعت کے سامنے نمایاں طور پر لانا چاہتا تھا کہ نور سے نور لینا اور نور بننا، خلا کو محسوس کرنا، لیکن دوسروں کے لئے ایسا نمونہ بن جانا کہ وہ خلا محسوس نہ کریں اور ایک نور کو لے کر دوسرے تک پہنچانا۔ اس کی طرف توجہ کریں بجائے اس کے کہ اپنی ساری توجہ کھوئے ہوئے کی طرف مبذول کر دیں۔ جو حاصل ہو سکتا ہے کہ اس میں، اُس کی طرف توجہ مبذول کریں۔

اس خطبے سے ممکن ہے کسی پر یہ اثر پڑا ہو کہ میں کلیۃً کسی شخصی وجود کی ذاتی برکتوں کا انکار کر رہا ہوں۔ اس لئے مجھے خیال آیا کہ اس پہلو پر بھی روشنی ڈالنی ضروری ہے تا کہ ہماری سوچوں میں توازن پیدا ہو اور توازن قائم رہے۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں، جو میں نے بات کی ہے وہ اپنی ذات میں درست ہے۔ لیکن یہ بھی درست ہے کہ بعض لوگ جو بعض خوبیوں اور فضیلتوں میں نمایاں شان اختیار کر جاتے ہیں۔ اُن کے معاً بعد ویسے دوسرے لوگ دکھائی نہیں دیا کرتے۔ خواہ ان کا اپنا قصور ہو لیکن واقعات سے تو آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں۔ اور

بعض وجودوں کو آنکھیں ترسا کرتی ہیں

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی شان تھی۔ باوجود اس کے کہ آپؐ کو اسوہ قرار دیا گیا اور یہ یقین دہانی کرائی گئی کہ یہ نور باقی رہنے والا نور ہے اس کے ساتھ ساری روشنی نہیں چلی جائیگی۔ تم جانتے ہو کہ یہ نور تمہارے گھروں میں تمہارے سینوں میں چمک رہا ہے۔ اس یقین دہانی کے باوجود اور ماڈل (MODEL) اسوہ قرار دینے کے باوجود؛ جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جدا ہوئے تو آنکھیں ویران ہو گئیں۔ ایسے ایسے دردناک نظارے دیکھنے میں آتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا صحابہؓ پر اندھیر ہو گئی۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِيْ   فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ   فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

حسان بن ثابت نے جو انتہائی درد کی یہ آواز بلند کی ہے، بے ساختہ اُس کے سینے سے ایک چیخ نکلی ہے۔ یہ بھی اپنی ذات میں ایک دائمی چیخ بن گئی۔ صحابہ کے دل کی یہ وہ کیفیت تھی جسے حسان بن ثابت کی زبان نے بیان کر دیا کہ اے میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جدا ہونے والے، تو وہ نور تھا جس سے میں دیکھا کرتا تھا۔ تو میری آنکھوں

آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو
(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ۲ صفحہ ۔۔)

پیشکش: گلوب ربر مینوفیکچررس ۱۷ رابندر سرانی کلکتہ ۷۳۔۰۰۰
فون: 27-0441
گرام: GLOBEXPORT.

کی پتلی تھا۔ ہاں آج تو جدا ہوا ہے تو میں آنکھوں کے نور سے محروم ہو گیا ہوں۔ مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا...... اب جو چاہے تیرے سوا مرتا پھرے مجھے تو صرف تیرا غم تھا کہ تو نہ ہاتھ سے جاتا رہے۔

وہ صحابہ بھی برکتوں کے مضمون کو سمجھتے تھے، جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برکتوں کو اپنے تک محدود رکھنے کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ کل عالم میں پھیلانے کے لئے آئے تھے۔ ایسا نور لائے تھے جو مشرق اور مغرب میں چمکنے والا تھا۔ جو بادشاہوں کے محلوں اور فقیروں کی کٹیاؤں میں چمکنے والا تھا۔ جو کوئی تفریق نہیں کرنے والا تھا۔ اس کے باوجود

جہاں تک ذاتی شان کا تعلق ہے

اُس کے جدا ہونے سے لازماً اندھیرا دکھائی دینا چاہیئے تھا۔ کیونکہ مثالی پرتو نور تھے اُن کی حقیقت آزادانہ طور پر اتنی نہیں تھی کہ ایک جانے والے نور کی کمی کو ایک دم پورا کر سکیں۔ ستارے سورج کے غروب کے فوراً بعد تو روشنی نہیں دکھایا کرتے۔ ایک لمبا عرصہ DUSK کا یعنی کا ایک جھٹپٹے کا وقت ہے جو کچھ دیر باقی رہتا ہے۔ طبیعتوں میں اُداسی پیدا کر دیتا ہے۔ شام کی اُداسی کا فلسفہ دراصل یہی ہے۔ روشنی غائب ہو چکی ہوتی ہے۔ سورج جا چکا ہوتا ہے۔ اور ستارے ابھی اپنی روشنی دینا شروع نہیں کرتے۔ اس لئے کہ گئے ہوئے سورج کی روشنی میں بھی وہ ماند دکھائی دیتے ہیں، وہ روشنی ابھی باقی رہتی ہے۔ اُس کی یاد باقی رہتی ہے۔ اسی طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے بعد آپ کی روشنی جو کائنات میں ہر جگہ شفق کی صورت میں دکھائی دے رہی تھی۔ اُس نے سورج کی جدائی کے احساس کو نمایاں کر دیا۔ لیکن ستاروں کو ابھی یہ توفیق نہیں بخشی تھی کہ وہ فوراً مطلع پر اُبھر کر اپنے آپ کو دکھانا شروع کریں اور روشنی کو پھیلانا شروع کر دیں۔ اس لئے یہ جو دکھ کا زمانہ بڑے گہرے غم اور فکر کا زمانہ تھا۔ اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا محسوس ہونا ایک طبعی امر تھا۔ اسی طرح ہر بزرگ کی جدائی درجہ بدرجہ محسوس تو ہوتی ہے اور خلا بھی پیدا ہوتے ہیں۔ پس اگر یہ برکت ہے، تو میرے گذشتہ بیان میں یہ ترمیم ہونی چاہیئے کہ بعض نوع کی برکتیں ضرور ایسی ہوتی ہیں جو وقتی طور پر ہاتھ سے جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اور ایک شدت کے ساتھ خلا کا احساس ہوتا ہے۔ لیکن جب آپ تجزیہ کریں، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے پہلو ہیں جو اس عمل میں کارفرما دکھائی دیتے ہیں۔ اور دُہرے ساتھ بھی ہیں جو اپنا پارٹ PART اس میں ادا کرتے ہیں۔ اپنا حصہ ادا کر کے وہ جدا ہو جاتے ہیں۔

شخصیتوں پر اگر آپ غور کریں

تو ہر شخصیت میں ہر خوبی کو اپنے اندر سمانے کی خاصیت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ بعض پہلو کے لحاظ سے حُسن اختیار کر جاتے ہیں۔ بعض دوسرے پہلو کے لحاظ سے حُسن اختیار کر جاتے ہیں۔ بعضوں میں حُسن کے ساتھ ایک بُرائی باقی رہتی ہے، بعضوں میں دوسری بُرائی باقی رہتی ہے۔ اس لئے ایک کہنے والے نے یہ کہا کہ:-

ع گلشن پرست ہوں مجھے گُل ہی نہیں عزیز ۔ کانٹوں سے بھی نباہ کئے جا رہا ہوں میں

جو خوبیوں سے محبت کرنے والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ بعض خوبیوں کے ساتھ بعض بُرائیاں بھی اکٹھی آئیں گی۔ اگر گلدستے سے پیار ہے تو کانٹوں سے بھی نباہ کرنا ہی پڑے گا۔

تو ایسے وجود جو سراسر فیض ہوں اور ساری خوبیوں کا مجمع بن جائیں سارے انوار کا مہبط ہو جائیں سارے حُسن کا گلدستہ بن جائیں۔ ایسے وجود استثنائی شان رکھنے والے وجود ہوتے ہیں۔ اور عام طور پر ہمیں دُنیا میں ملی جُلی کیفیات کے لوگ نظر آتے ہیں۔ جن میں کمزور بھی ہیں اور طاقتور بھی ہیں۔ زیادہ حسین بھی ہیں اور کم حسین بھی ہیں۔ پھر ہر ایک کی اپنی حُسن کی صفت، ایک الگ حیثیت رکھتی ہے۔ کوئی کسی پہلو سے چمکتا ہے کوئی دوسرے پہلو سے چمکتا ہے۔ اس لحاظ سے جب ایک شخص ہم سے جدا ہوتا ہے تو ہم بلاشبہ محسوس کرتے ہیں کہ بعض پہلوؤں سے وہ ہمیں ضرور یاد آئے گا۔ اور لوگ چاہے کیسے بھی ہوں اُس کے باوجود بعض پہلوؤں سے ہمیں اُس کا خلا ضرور محسوس ہو گا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ میں ایک خاص خوبی تھی

کہ وہ جگت مشیر تھے کسی کو کوئی مشکل ہو کوئی مسئلہ ہو۔ مرد ہو عورت ہو بچہ ہو بوڑھا ہو بڑا ہو جوان ہو ہر قسم کے لوگ ہر طرف سے دوڑے جاتے چلے تھے کہ وہ بہترین مشورہ دینے والے ہیں۔ اس لئے کوئی مشکل ہو کوئی مصیبت ہو کوئی الجھن ہو سارے بے فکر ہو کر آپ کا دروازہ کھٹکھٹاتے تھے۔ درمیان میں کوئی دربان نہیں تھا۔ کوئی انتظام نہیں تھا۔ دن ہو رات ہو کنڈیاں کھٹکتی تھیں۔ اور آپ بڑی محبت اور بڑی شفقت کے ساتھ اُن کو مشورے دیا کرتے تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو یہ کہنا کہ مشورے دینے والے دُنیا سے کلیۃً غائب ہو گئے مشورے کی برکت اُٹھ گئی، یہ درست نہیں ہے۔ خدا رفتہ رفتہ دوسرے لوگوں کو بھی توفیق بخشتا ہے۔ اگر ایک شخص اُس کی جگہ پُر نہیں کر سکتا تو دس اُس کی جگہ پُر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا تو غلط ہے کہ وہ پوری کی پوری برکتیں اپنے ساتھ لے کر چلے گئے۔ لیکن یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اُن کے جانے سے کوئی خلا پیدا نہیں ہوا۔ لوگ مدتوں تک اُن کی ذات کو اس پہلو سے یاد رکھتے رہے اور بسا اوقات مجھے بھی خط لکھا کرتے تھے کہ اب تو دروازہ کر سمجھ نہیں آتی کہ کس کے پاس جائیں۔ اور کس سے جا کر اپنی مشکلات کے بارے میں مشورہ کریں۔ خلیفۃ المسیح تک خط تو پہنچ سکتے ہیں لیکن یہ ممکن نہیں کہ جب چاہے آدمی جا کر دروازہ کھٹکھٹائے اور فوراً ملاقات کا وقت لے لے۔ اس لئے ہمیں خلا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس خلا کو ایک سے زیادہ وجودوں نے پُر کرنے کی کوشش کی یعنی طبعی طور پر، ارادۃً نہیں۔ اور کئی پہلوؤں سے پُر بھی ہوا۔ پھر کئی لوگ ہیں جو اور رنگ میں غریبوں کی ہمدردی اور خدمت کے لحاظ سے۔ مثلاً ڈاکٹر ہیں جو غیر معمولی طور پر ہمدردی سے غرباء کا علاج کرنے والے ہیں۔ اور بعض دفعہ میں جانتا ہوں بجائے اس کے کہ وہ فیس لیں اپنے پلے سے خرچ بھی کرتے ہیں۔ ہمارے ڈاکٹر عقیل شہید اسی قسم کے ڈاکٹروں میں سے تھے۔ غیر معمولی ہمدردی کا جذبہ انکسار کا جذبہ اُن میں تھا۔ جو بھی غریب احمدی اُن کے دروازے پر پہنچا کبھی مایوس نہیں لوٹا۔ ہمیشہ اُنہوں نے محبت اور شفقت کے ساتھ اُس کی خدمت کی اور علاج کیا۔ ٹریٹمنٹ TREATMENT بھی لگاتے رہے اور مذہب کی وجہ سے کبھی تفریق نہیں کی۔ اب یہ خوبی اپنی ذات میں تو جماعت سے نہیں اُٹھنی چاہیئے۔ اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ اُن کے چلے جانے سے یہ برکت جاتی رہی تو یہ ظلم ہو گا۔ یعنی اگر یہ برکت واقعی جاتی رہی تو پھر یہ ہمارا قصور ہے۔ جانے والے کا قصور نہیں ہے۔ تقدیر الٰہی کا قصور نہیں ہے۔ اُن کا قصور ہے جنہوں نے ایک لمبے عرصے تک ایسے شخص کی صحبت پائی مگر اُس سے یہ نیکی کے گُر سیکھے نہیں۔ اور اُن نیک خصائل کو اپنایا نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی اُس کے خلا کا احساس جو فوراً پیدا ہوتا ہے، اُس کی حقیقت سے کوئی معقول شخص انکار نہیں کر سکتا۔ یہ لابدی چیز ہے...... احمدیوں کو بھی غیر احمدیوں کو بھی جن جن کا بھی واسطہ پڑا ایسے ڈاکٹر سے، وہ ڈاکٹر یاد آتے رہیں گے۔

اسی طرح آج ہم میں زندہ ڈاکٹر بھی ہیں۔ زندہ انجینئر بھی ہیں اور پیشہ ور ہیں۔ پروفیسر ہیں جو اپنا وقت دے کر طلباء کی خدمت کرتے ہیں۔ اساتذہ ہیں۔ احمدیوں میں کثرت سے آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن کے اوپر قرآن کریم کی آیت صادق آتی ہے کہ

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (۳۹ : ۴۲)

جو کچھ ہم نے اُن کو عطا فرمایا وہ آگے خرچ کرتے چلے جاتے ہیں۔

پس جس کو جس پہلو سے اپنا جو الٰہی رزق الٰہی تحفہ غیروں کے افادہ کے لئے خرچ کرنے کی توفیق ملی اُس حد تک وہ موجب برکت وجود نظر آتا ہے۔ اور ہر صاحب برکت وجود بعض پہلوؤں میں نمایاں طور

پر چمکتا ہے۔

حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضؓ

کے متعلق جو خطوط موصول ہو رہے ہیں — عورتوں کی طرف سے بھی اور مردوں کی طرف سے بھی' اُن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی شفقت کا دائرہ بھی بہت وسیع تھا۔ اور مدت تک یہ نسل اُن شفقتوں کو یاد کرے گی۔ اگر خلا نہ بھی پیدا تب بھی ایسی شفقتیں ضرور یاد رہتی ہیں۔ صرف خلا کی وجہ سے نہیں۔ ویسے اس میں ایک اور بھی مضمون ہے جو اثر دکھاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی کے احسان کے نتیجے میں اُس سے پیار پیدا ہو جاتا ہے۔ اُس کی محبت دِل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ویسا اگر کوئی اور ہو بھی' ایک وفادار شخص' ایک محسن کو بھلا تو نہیں دیا کرتا کہ اُس کی بجائے اور محسن آ گئے ہیں۔ محبت کا مضمون ایک جدا مضمون ہے۔ اُس شخص کی برکت' اُس شخص کی برکت کے طور پر پیاری ہو جاتی ہے۔ ویسی برکت باہر سے ملتی ہو تب بھی' اُس جدا ہونے والے کی جدائی کا احساس ہمیشہ دل میں کھٹکتا رہے گا۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ہم جس پہ مر رہے ہیں وہ ہے بات ہی کچھ اور: تم سے جہاں میں لاکھ سہی تم مگر کہاں

تم جیسے ہونگے مگر ہمیں تم سے جو تعلق پیدا ہو چکا ہے' ہمیں تمہاری ادا الگ دکھائی دیتی ہے۔

یہ انکار نہیں ہے کہ عقلاً۔ واقعتہً' سینکڑوں' ہزاروں اور ہوں گے۔ بغیر جانبدار آنکھ دیکھے گی۔ ہو سکتا ہے وہ کسی اور کو تم سے بہتر قرار دیدے۔ مگر ہمیں تمہاری عادت پڑ گئی ہے۔ ہمیں تم سے پیار ہو گیا ہے۔ پس ایک محسن اس لئے بھی خلا چھوڑ جاتا ہے کہ جو برکتیں اُس سے حاصل کرتا ہے' اُس احسان کے نتیجے میں' اُس کی جدائی تکلیف دیتی ہے۔ اس کے علاوہ بعض اور خصوصی قسم کی برکتیں بھی ہیں۔ جن میں بہت ہی اہم دُعا کی برکت ہے۔ یہ بھی ایسی چیز نہیں جو جانے والا ساتھ لے جائے۔ کیونکہ مذہب میں' مونا پلی NOPLY ہوں کا کوئی مضمون آپ کو مذہب میں دکھائی نہیں دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں مقبول ہوتی تھیں تو آپ نے کوئی راز نہیں رکھا۔ اور خدا نے کوئی راز نہیں رکھا۔ کہ یہ دعائیں کیوں مقبول ہوتی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے وہ سارے نسخے سب پر روشن کر دیئے جو دُنیا دار پیٹنٹ PATONT کروا لیا کرتے ہیں۔ اور بعض چھوٹے درجے کے بزرگ اُن کو خاص نسخوں کے طور پر سینہ بہ سینہ آگے محفوظ کر کے' لوگوں کو بتاتے ہیں کہ ہمارے خاص مریدوں کو یہ راز بتانا کہ فلاں وظیفہ یوں کیا جائے اور فلاں وظیفہ یوں کیا جائے۔ لیکن

جو رحمۃً للعالمین بن کے آیا تھا

اُس نے دُنیا سے کوئی راز کی بات نہیں رکھی۔ سارے عالم پر سب نسخے ظاہر کر دیئے۔ قرآن کریم نے بھی ظاہر کئے اور آپؐ کے اُسوۂ حسنہ نے بھی ظاہر کر دیئے۔ اس لئے وہ برکتیں نہ صرف عام ہوئیں بلکہ لافانی بن گئیں۔ لافانی بن جانا چاہیئے تھا۔ لیکن اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی دُعائیں تھیں۔ دوسرے اُس تک نہیں پہنچ سکے نہ آئندہ پہنچ سکتے ہیں۔ علم صرف کافی نہیں اُس علم سے استفادہ ایک الگ مضمون ہے۔ بعضوں کو ایک حد تک استفادے کی توفیق ملتی ہے۔ بعضوں کو اُس سے کچھ آگے بڑھنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ تو کیسے ممکن ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے بعد اچانک آپؐ کی دُعاؤں کا فقدان ان معنوں میں محسوس نہ ہُوا ہو۔ کہ ہر ضرورت مند جس وقت ضرورت پیش آتی ہے پہنچ جاتا ہے کہ جی اس بات کی دُعا کر دیں، اُس بات کی دُعا کر دیں۔ نماز کے وقت پہنچ رہے ہیں یا نماز کے بعد اُٹھ کر عرض کر دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کی ضرورت پیش آ گئی ہے دُعا کر دیں۔ وہیں ہاتھ اُٹھائے' دُعا کر دی۔ اور بعض دفعہ' ایسے حیرت انگیز طور پر وہ دُعا قبول ہوتی تھی کہ دیکھنے والے حیران رہ جایا کرتے تھے۔ بارش نہیں ہو رہی۔ خشک سالی ہے۔ زمیندار بیچارے کی چھوٹی سی کھیتی خراب ہو رہی ہے۔ وہ پہنچتا ہے کہ یا رسول اللہ' دُعا کریں۔ بہت بُرا حال ہو گیا ہے۔ جانور پیاسے مر رہے ہیں' کھیتیاں برباد ہو رہی ہیں۔ آپؐ نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھایا تو دُعا ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ وہ آسمان جس پہ بادلوں کا نشان تک نہیں تھا' گھنگھور گھٹاؤں سے بھر گیا اور اتنی بارش برسی کہ وادیاں جل تھل ہو گئیں۔ سارے علاقے سیراب ہو گئے۔ یہاں تک کہ اسی دُعا کی درخواست کرنے والے کو عرض کرنی پڑی کہ یا رسول اللہ! بہت ہو گئی اب بس کریں۔ اب دُعا یہ کریں کہ اے خدا۔ بس۔ اب اس رحمت کو بند کر دے عارضی طور پر یہ۔

ایسے ایسے عجیب نظارے جن آنکھوں نے دیکھے ہوں کیسے ممکن ہے کہ ایسی بابرکت ہستی کی جدائی کے بعد وہ اس بات پر ہی صرف اطمینان پکڑ جائیں کہ یہ برکتیں جاری رہنے والی برکتیں ہیں۔ دُعا کی برکتیں آپؐ نے سکھائیں۔ جس طرح بچے کو پیار سے ماں سکھاتی ہے اُس سے بھی زیادہ' پیار اور توجہ سے آپؐ نے تربیت کی اور بڑے دُعاگو پیچھے چھوڑے۔ لیکن وہ جو خود تھے وہ تو پیدا نہیں ہو سکا۔ اس لئے وہ خلا ضرور محسوس ہوا اور دیر تک یہ محسوس ہوتا رہا۔ لیکن اس کے باوجود یہ کہنا بھی نا جائز ہے کہ آپؐ کی دُعاؤں کی ساری برکتیں اُٹھ گئیں۔ آج بھی اُمتِ محمدیہ پہ آپؐ کی دُعائیں برس رہی ہیں۔ دیکھنے والے جانتے ہیں اور پہچانتے ہیں کہ ہزار ایسے خطروں کے لمحے آئے جن میں سے اُمتِ محمدیہ بچ کر گذر گئی۔ ہلاک ہونے سے بچا لی گئی۔ جو خالصتاً حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں کی جاری برکات کے نتیجے میں تھا۔

پس مایوسی کی پھر بھی کوئی وجہ نہیں۔ اور دُعاگو پیدا ہوئے جن کا زمانے کے لحاظ سے تیرہ سو سال کا فرق تھا۔ لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں ہی کی برکتوں نے ایسے دُعاگو پیدا کر دیئے جنہوں نے پُرانی دعاؤں کی یادیں زندہ کر دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں کپورتھلے کے دو صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ جُدا ہونے لگے تو اُن میں سے ایک نے

منشی اروڑے خان صاحب رضؓ نے

اپنے خاص پیار اور بے تکلفی کے انداز میں یہ درخواست کی کہ بہت گرمی ہو گئی ہے۔ ہم نے واپس جانا ہے۔ موسم بڑا سخت ہے۔ تو حضور دُعا کریں کہ ایسی بارش برسے کہ اوپر سے بھی بارش اور نیچے سے بھی بارش' بارش ہی بارش ہو جائے۔ اب یہ محاورہ ہے — اوپر سے بھی بارش' نیچے سے بھی بارش۔ اور منشی شیخ ظفر احمد صاحبؓ بڑے ذہین اور فطین اللسان تھے۔ اُنہوں نے مسکرا کے عرض کی کہ حضور میرے لئے اوپر سے بارش کی دُعا کریں نیچے سے بارش کی نہ کریں۔ وہ بتاتے ہیں کہ جب ہم روانہ ہوئے تو ہمارے یکّہ نے ابھی قادیان سے بٹالہ تک کا آدھا سفر طے نہیں کیا تھا کہ اچانک اس قدر گہری' کالی گھٹا اُٹھی اور اس زور سے برسی کہ ہم حیران رہ گئے کیونکہ بارش کے کوئی آثار نہیں تھے۔ جل تھل ہو گیا۔ یہاں تک کہ وڈالے کے پاس یا اس سے پہلے آگے' ایک پُل آیا کرتا تھا۔ جہاں سڑک میں ایک نمایاں BUMP یعنی کوہان سا بن گیا تھا۔ تانگہ جب اُس کوہان پر پہنچا تو اتنی زور سے جھٹکا لگا کہ منشی اروڑے خان صاحب اُچھل کے کیچڑ میں جا گرے۔ اُن کے نیچے بھی بارش تھی اور اُوپر بھی بارش تھی۔ اور منشی ظفر احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ اُنہیں صرف اوپر کی بارش ملی۔ نیچے کی بارش نہیں ملی۔

تو وہ خدا جو غیر معمولی شان کے ساتھ دُعاؤں کی قبولیت کے نشان دکھایا کرتا تھا۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں ہی کی برکت سے ایسی دُعائیں کرنے والے پیدا ہو گئے کہ خدا نے دوبارہ ویسے ہی نشان دکھانا شروع کر دیئے۔ اس لئے دُعاؤں کی برکتوں سے مایوس ہونا — یہ ہے جس کے خلاف مَیں نے آپ کو نصیحت کی تھی کہ ہرگز ایسی مایوسی کا شکار نہ ہوں۔

آپ دُعاگو بنیں۔ آپ کو دُعا کی برکتیں ملیں گی۔

آپ خود دُعاگو بن جائیں گے۔ لیکن ایک دُعاگو بزرگ کو اُس کی رحمتوں، اُس کی شفقتوں، اُس کے احسان کے نتیجے میں پیار اور محبت سے یاد رکھنا یہ ایک الگ مضمون ہے۔ ایک کمی محسوس کرنا یہ ایک الگ مضمون ہے۔ اُس سے دعا کرانا اور خود جس سے دُعائیں لیتے رہے، اُس کے لئے دُعائیں کرنا یہ ایک الگ مضمون ہے۔ جو پہلے مضمون کے منافی نہیں ہے۔ اس مضمون کو سمجھ کر اس کو اپنے طور پر یاد رکھیں۔ اس پر بھی عمل کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے جلدی بعد جو درد ناک نظمیں کہیں، اُن میں سے ایک نظم کے چند شعر میں آپ کو سناتا ہوں۔ اُس سے اُس وقت کے آپ کے دل کی کیفیت محسوس ہوتی ہے کہ کیا تھی۔ فرماتے ہیں:-

وہ حکایاتِ معرفت بتلائے کون ٭ جامِ عرفانِ دلربا پلوائے کون
ڈھونڈتی ہے جلوۂ جاناں کو آنکھ ٭ چاند سا چہرہ ہمیں دکھلائے کون
کون دے دل کو تسلی ہر گھڑی ٭ اب اڑے وقت میں آڑے آئے کون
کون میرے واسطے زاری کرے ٭ درگہِ ربی میں میرا جائے کون
کس کی تقریرِ رواں سے اب دل شاد ہو ٭ اپنی تحریروں سے اب پھڑکائے کون

درد کی یہ جو آواز بلند کر رہا تھا، سب باتوں میں وہی کچھ ہو گیا۔ وہ خود وہ بن گیا جسے ڈھونڈتی ہیں، جس کے جلوۂ جاناں کو ترستی آنکھوں نے ڈھونڈا اور پا نہ سکیں۔ وہ اڑے وقتوں میں آڑے آنے والا ہو گیا۔ پس برکتوں کے جانے سے اُس کے خلا کا احساس بھی ایک زندہ حقیقت ہے۔ اور برکتوں کے دائمی ہونے کا مضمون بھی ایک زندہ حقیقت ہے۔ اس مضمون کو آپ اس طرح سمجھیں تو آپ کے تصورات میں توازن کا کوئی بگاڑ پیدا نہیں ہوگا۔

خاص طور پر رمضان مبارک میں مجھے اس مضمون کو آپ کے سامنے نمایاں طور پر رکھنے کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ

رمضانِ مبارک سے بھی ہم عموماً یہی سلوک کیا کرتے ہیں

جو جانے والے بزرگوں سے کرتے ہیں۔ یعنی بعض لوگ۔ وہ دل میں اُن کی یاد تو رکھتے ہیں۔ اُن کی برکتوں کو اپنانے کی کوشش نہیں کیا کرتے۔ نوحے کا پہلو تو زندہ رہتا ہے اور زندہ رہنے والی خوبیوں کا پہلو مر جاتا ہے۔ برکتوں سے محروم تو ہو جاتے ہیں لیکن ہمیشہ استفادہ کرنے کے لئے جو خدا نے اُن کو صلاحیت بخشی تھی اُس صلاحیت کو بروئے کار نہیں لاتے۔ رمضان مبارک بھی آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ رمضان آیا اور اپنی ساری برکتیں لے کر چلا گیا۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جن کے لئے رمضان برکتیں چھوڑ کر جاتا ہے۔ اور ہر رمضان برکتیں چھوڑ کر جاتا ہے۔ اس لئے میں نے کہا تھا کہ خدا تعالیٰ کے بعض بندے ہیں جو خاص خوبیاں لے کر آتے ہیں وہ ہمیشہ برکتوں میں اضافہ کر کے جایا کرتے ہیں۔ ایک پہلو سے خلا بھی محسوس ہوگا لیکن دوسرے پہلو سے یہ واقعہ ہے کہ کچھ نہ کچھ مزید باتیں چھوڑ جاتے ہیں۔ سنتِ حسنہ میں اضافہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح رمضان کا مبارک مہینہ ہے۔ ہر سال یہ لوٹ لوٹ کر اس لئے آتا ہے کہ کچھ برکتیں ہمیشہ کے لئے پیچھے چھوڑ جائے۔ ابھی آئندہ جمعہ کو جمعۃ الوداع کہا جائے گا۔ کم سے کم اس علاقے میں جہاں تقریباً ۲۹ کے روزے قطعی ہو چکے ہیں۔ اس جمعے کو جو خطبہ ہوگا تو جو خدا تعالیٰ سکھائے گا مضمون، وہ میں بیان کروں گا لیکن اس وقت میں آپ کو رمضان کے قریباً وسط میں اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ رمضان کی برکتوں کو اپنی ذات میں محفوظ کرنے کی کوشش کریں۔ ان سے چمٹ جائیں اور باشعور طور پر یہ فیصلہ کریں کہ رمضان سے پہلے اور رمضان کے درمیان آپ کی زندگی میں کیا کیا فرق پڑا ہے۔ ہر شخص جب اپنا جائزہ لے گا تو اُسے محسوس ہوگا کہ رمضان سے پہلے کی زندگی میں ان خوبیوں سے وہ عاری تھا جو خالصتہً اُسے رمضان کی برکت سے نصیب ہوئی ہیں۔ اِن اِن برائیوں میں مبتلا تھا جو خالصتہً رمضان کی برکت سے اُس سے جدا ہوئی ہیں۔

پس اپنے نفس کا اس قسم کا باشعور تجزیہ کر کے، اور رمضان کے آئینے میں اپنی نئی صورت کو دیکھ کر یہ کوشش کرے کہ میں نے ان نئے خوبصورت نقوش کو اب دوام بخشنا ہے۔ اور اُن بد نقوش کو، جن سے رمضان کی برکت سے چھٹکارا ملا ہے، اُن کو دوبارہ اپنے چہرے کو داغدار کرنے کی اجازت نہیں دینی۔ یہ ایک سائنسی طریق ہوگا۔ اپنے حالات کا جائزہ لینے کا، اور رمضان کی برکتوں کو استقلال بخشنے کا۔ یہ کوشش کریں تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ جب آپ بالارادہ کوشش کریں گے تو جو بظاہر آسان مضمون ہے وہ مشکل ہوتا دکھائی دے گا۔ چھوٹی چھوٹی بعض خوبیاں بھی جو رمضان کی وجہ سے آپ میں داخل ہو گئی ہیں، اُن کو دوام بخشنا آپ کو مشکل نظر آئے گا۔ نمازوں کی کیفیت جو اس وقت رمضان کے دنوں میں ہے لوگوں کی، وہ نہیں ہے جو اس سے پہلے تھی۔ اور رمضان کے بعد، لمبا تجربہ بتا رہا ہے کہ نمازوں کی کیفیت وہ نہیں رہتی جو رمضان میں ہے۔ اس لئے اگر بالارادہ کوشش نہ کی جائے تو خطرہ ہے کہ رمضان جتنی برکتیں لے کر آیا اُتنی برکتیں لے کر چلا بھی جائے گا۔

CONSCIOUSLY

باشعور طور پر حالات کا تجزیہ کریں

رمضان سے پہلے کا اور رمضان کے بیچ کے حالات کا موازنہ کریں۔ اور پھر کوشش کریں کہ رمضان کے بیچ کے حالات آپ کے لئے استقلال اختیار کر لیں۔ اس کے باوجود جب آپ اگلے رمضان میں داخل ہوں گے تو رمضان نئی برکتیں لے کر آئے گا۔ نئی خوبیاں لے کر آئے گا۔ اور نئی برائیوں سے آپ کے لئے نجات کا پیغام لائے گا۔ اور اس طرح ایک مسلسل ترقی کی صورت پیدا ہو جائے گی جو لامتناہی ہے۔ ربوہ جانے والوں نے مجھے جو واپسی پر رپورٹ دی اس لحاظ سے میری طبیعت بہت خوش ہوئی کہ باوجود اس کے کہ بعض معاملات میں اہلِ ربوہ کے متعلق بعض کمزوریوں کی اطلاعیں بھی ملتی رہیں اور میری طبیعت بڑی فکرمند تھی لیکن نماز کے متعلق مجھے بتانے والوں نے بتایا کہ مسجدیں دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ بھری ہوئی تھیں۔ لیکن مجھے علم ہے کہ ابھی بھی ایک بڑی خاصی تعداد وہاں ایسی ہوگی جو اگر مسجدوں میں جانے کی کوشش کرتی تو مسجدوں میں جگہ نہ ملتی۔ دیکھنے والا یہ نہ کہتا کہ مسجدیں بھری ہوئی تھیں۔ بلکہ یہ کہتا کہ مسجدوں کے باہر صحن بھی بھرے ہوئے تھے۔ صحنوں سے باہر لوگ گلیوں میں بھی نماز پڑھنے والے تھے۔ کیونکہ کسی شہر کی مسجدیں فی الحقیقت اُس شہر کی آبادی کے لئے کافی نہیں ہوا کرتیں۔ آپ دنیا کے کسی بھی شہر کا جائزہ لے لیں سوائے اس کے کہ پرانے کھنڈر شہروں کی بات چل رہی ہو، جہاں مسجدیں تو باقی ہیں مگر نمازی کوئی نہیں ہے۔ بالعموم یہی دیکھا گیا ہے کہ مسجدوں میں گنجائش اہلِ شہر کی آبادی سے کم ہوا کرتی ہے۔ اور رمضان المبارک میں اگر سارے نماز پڑھنے لگیں تو مسجدوں سے نمازیوں کی تعداد اُچھل کر کناروں سے باہر نکل کر دور دور تک پھیلی ہوئی دکھائی دے۔ اگر یہ نہیں نظر آتا تو لازماً کچھ لوگ ایسے باقی رہ گئے ہیں جنہوں نے رمضان کے باوجود بھی مسجدوں کی طرف رُخ نہیں کیا۔ اُن کی طرف توجہ دینے کے لئے الگ مہم کی ضرورت ہے۔ مگر اس وقت میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ خدا کے گھر میں آ گئے ہیں، جن کو رمضان کشاں کشاں لے آیا ہے، وہ اپنے لئے یہ کوشش تو کریں کہ اب

اس تعلق کو دائمی بنائیں

اور یہ کوشش دُعا کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور دُعا بھی وہ جو انسان اپنے لئے کرے۔ اگر کوئی اپنی نیکی کے لئے دُعا نہیں کرتا تو دوسرے کی دُعا اُس کو فائدہ نہیں پہنچاتی۔

پس ساری جماعت من حیث الجماعت ساری جماعت کے لئے دُعا کرے اور ہر شخص اپنے لئے یہ دُعا کرے اور دُعا کے لئے اس سے بہتر اور کون سا وقت ہے کہ ہم رمضان کے عین وسط میں ہیں، متعدد عشرے میں سے گذر رہے ہیں۔ اور دن بدن اُس دَور میں داخل ہونے والے ہیں، اور اُس دَور کے قریب آ رہے ہیں جو دُعاؤں کی خاص مقبولیت کا زمانہ ہے۔ اس لئے اس بات کی طرف خصوصیت سے توجہ کریں کہ خدا ہماری نیکیوں کو دوام بخش دے اور ہم سے الگ ہونے والی کمزوریوں کو اجازت نہ دے کہ وہ دوبارہ ہم پر قبضہ کریں۔ اور دردِ دل سے اپنے لئے، اپنی اولاد کے لئے، اپنے گرد و پیش کے لئے دُعا کریں، ایک باشعور انسان کے طور پر۔ خود اپنا نفسیاتی تجزیہ کریں۔ بجائے اس کے کہ لوگ آئیں اور آپ پر انگلی اُٹھائیں۔ آپ کے نفس کی انگلی ہر دکھتے ہوئے مقام پر پڑ کے بتا رہی ہو کہ تمہارا نیکی کے لحاظ سے یہ دکھتا ہوا مقام ہے اور یہ دکھتا ہوا مقام ہے۔ یہاں اس مقام کی فکر کرو اور اس مقام کی فکر کرو۔

ہم اس تحسین کے عمل میں داخل ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ اس عمل میں ہمیشہ داخل رہیں گے اور آگے بڑھتے رہیں گے۔

دشمن کو ایذا رسانی اور گالیاں۔ اور ناپاک کلام کے چسکے پڑ رہے ہیں۔ وہ رمضان میں بھی باز نہیں آ رہا۔ وہ اُسی طرح آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ تو آپ کا کیا نقصان ہے! اُس کا اپنا ایک لائحہ عمل ہے جو اُسے پسند ہے۔ اُسے اختیار کرنے دیں۔ اُس کو اُس راہ پہ جانے دیں۔ ان گالیوں کی اتنی غیر معمولی تکلیف محسوس نہ کریں گویا آپ کا سب کچھ ہاتھ سے جاتا رہا۔ بے چین ہو گئے۔ بیقرار ہو گئے کہ اب کیا ہوگا۔ اُن کو گالیاں دینے دیں۔ اُن کو گند بولنے دیں۔ اُنہوں نے اپنے لئے لذتوں کی راہ تلاش کر لی ہے۔ آپ نے اپنے لئے لذتوں کی ایک راہ تلاش کی ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ آپ کی لذتیں بہت اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ نیکیوں اور پاکیزگیوں اور روحانیت کی اعلیٰ لذات ہیں۔ ان کے مقابلے میں آپ اُن لذتوں کو کس طرح قبول کر سکتے ہیں؟ اُس کا تصور بھی آپ کے لئے بھیانک ہو جانا چاہیئے۔ اس لئے آپ بہتر ہیں۔ بظاہر دشمن غالب ہے۔ لیکن خدا کی تقدیر نے فیصلہ کیا ہے کہ نیکیوں کو ضرور بدیوں پر غالب کر کے دکھائے گا۔ پس اپنی نیکیوں میں ترقی کرتے چلے جائیں۔ اور اپنی تقدیر کو خدا کے حوالے کر دیں۔ اگر آپ کی تقدیر اُس پاک ذات کے حوالے ہو گی تو اُس میں کبھی کوئی خرابی پیدا نہیں ہو گی۔

خطبہ ثانیہ:-

آج ۹ مرحومین کی نماز جنازہ غائب جمعے کے بعد ہو گی۔

سب سے پہلے تو بہت ہی دردناک حادثاتی موت کی اطلاع دیتا ہوں۔ سلمان الحق خان ابن احسان الحق خان صاحب ایڈووکیٹ جو کوئٹہ کے نومنتخب امیر ہیں، قائد خدام الاحمدیہ کوئٹہ تھے۔ بہت ہی مخلص اور فدائی اور مشکل وقت میں بڑی بہادری کے ساتھ جماعت کی خدمت میں مستعد اور چوکس رہنے والے اور میاں محمود احمد صاحب، جو میاں بشیر احمد صاحب مرحوم ایم۔ اے کے داماد تھے، اُن کے بیٹے میاں مسعود احمد صاحب۔ دونوں نوجوان ایک پکنک پر گئے ہوئے تھے وہاں ان دونوں میں سے ایک ڈوبنے لگا تو دوسرے نے پانی میں چھلانگ لگا کر اُس کو بچانے کی کوشش کی اور دونوں ڈوب گئے۔ بالکل نوجوانی کی وفات ہے جس کی وجہ سے والدین پر اس صدمے کا بہت ہی گہرا اثر ہے۔ نوجوانوں کے لئے دُعائے مغفرت ہو گی وہاں اُن کے والدین کے لئے خصوصیت کے ساتھ صبرِ جمیل کی دُعا بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کمی کو باقی نوجوانوں کے اخلاص سے بڑھا کر پورا فرمائے۔

نسیم اختر صاحبہ اہلیہ نور الدین احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ منگلا ڈیم ہمارے مبلغ انچارج سوئٹزرلینڈ، عبد الحمید جہلمی صاحب واقفِ زندگی کی نسبتی ہمشیرہ تھیں۔

غلام احمد صاحب مبلغ محمد سلیم صاحب آف جہلم کے والد تھے اور اپنے آبائی خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔

احسان الٰہی صاحب جنجوعہ ایڈووکیٹ معروف شخصیت ہیں۔ اہل ربوہ ان کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ درویشوں کی بڑی خدمت کیا کرتے تھے۔ ولی الرحمٰن صاحب سنوری کے بیٹے تھے جو حدیقۃ المبشرین کے رکن تھے۔

شریفہ بیگم صاحبہ زوجہ حکیم محمد کامل صاحب مرحوم ساکنہ جھنگ جو محمد یعقوب صاحب کی ہمشیرہ تھیں۔

اسی طرح طیبہ حبیب صاحبہ نے اپنے چچا محمد یونس صاحب کی نمازِ جنازہ غائب کی درخواست کی ہے۔ یہ مولوی روشن دین صاحب مبلغ سلسلہ کی بہو ہیں۔

ماڈل ٹاؤن فیصل آباد سے اطلاع ملی ہے کہ عبد الغفور صاحب جو شیخ رحمت اللہ صاحب صحابی کے فرزند تھے حرکتِ قلب بند ہونے سے وفات پا گئے ہیں۔ ان سب کی نمازِ جنازہ غائب انشاء اللہ جمعے کی نماز کے معاً بعد ہو گی۔

تقاریب شادی و رخصتانہ اور اعلان نکاح

(۱) مورخہ ۲۲/۷ کو خاکسار کی ہمشیرہ عزیزہ فرحانہ بیگم سلمہا بنت مکرم مرزا محمد اطہر بیگ صاحب ساکن موضع کامٹہ ڈاکخانہ گشن گنج (راجستھان) کی عزیزم مظفر طارق سلمہ ابن مکرم بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں درویش قادیان کے ساتھ بمقام کامٹہ شادی و رخصتانہ کی تقریب عمل میں آئی۔ اگلے روز بارات دُلہن کو ہمراہ لئے واپس قادیان کے لئے روانہ ہوئی۔ مورخہ ۲۴/۷ کو مکرم بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں کی طرف سے صحن لنگر خانہ دور کوارٹرز مہمان خانہ میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس خوشی میں خاکسار کے والد مکرم مرزا محمد اطہر بیگ صاحب نے بطور شکرانہ مختلف مدات میں یکصد ایک روپیہ ادا کیا ہے۔ قارئین سے اس رشتہ کے ہر جہت سے بابرکت اور مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دُعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

خاکسار۔ زکیہ انور قادیان

(۲) مورخہ ۱۴/۶ کو مکرم فرید احمد صاحب خانی ابن مکرم خواجہ محمد صدیق صاحب خانی مرحوم ساکن بھدرواہ اور عزیزہ صفیہ بانو سلمہا بنت مکرم عبد الکریم صاحب مرحوم ساکن بھدرواہ کی تقریب شادی عمل میں آئی۔ اور مورخہ ۱۵/۶ کو دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔

اس خوشی میں بطور شکرانہ مبلغ ۵/- روپے اعانت بدر میں ادا کرتے ہوئے قارئین بدر سے اس رشتہ کے ہر جہت سے بابرکت اور مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

خاکسار۔ خواجہ عبد الحفیظ خانی بھدرواہ (جموں و کشمیر)

(۳) مورخہ ۳/۷ کو بعد نماز عصر مسجد مبارک قادیان میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی نے خاکسار کے چھوٹے بھائی عزیزم انیس احمد سلمہ ابن مکرم ماسٹر عبد الحمید صاحب مرحوم آف امروہہ کے نکاح کا اعلان ہمراہ عزیزہ شمیمہ خاتون صاحبہ بنت مکرم ریاض احمد صاحب امروہی کے ساتھ مبلغ پانچ ہزار روپے حق مہر پر کیا۔

قارئین سے اس رشتہ کے جانبین کے لئے ہر جہت سے بابرکت اور مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کے لئے دُعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

خاکسار۔ فرید احمد امروہی کارکن تحریک جدید قادیان

درخواست ہائے دُعا

• بحمد للہ محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب (ناظر خدمت درویشان ربوہ) کی بیگم صاحبہ کے آپریشن سے پتہ سے ایک چھوٹی اور ایک کبوتر کے انڈے سے بڑی پتھری نکلی ہے۔ بحمد للہ آپریشن کامیاب ہوا ہے • محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب (صدر مجلس تحریک جدید) اور آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ بیمار اور کمزور ہیں، اور بیرون ملک جا رہے ہیں • محترم سید محمود احمد صاحب (ناظر حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ) ہیٹ سٹروک سے بہت بیمار ہو گئے تھے۔ احباب سے درد مندانہ دُعاؤں کی التجا ہے۔

خاکسار۔ مرزا وسیم احمد امیر مقامی

ایمان افروز سوانح

محترم نظام الدین صاحب مرحوم آف ربوہ کا ذکر خیر

از مکرم محمد امتیاز صاحب خالد مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ

مکرم محمد امتیاز صاحب خالد مربی سلسلہ نے اپنے والد مرحوم محترم نظام الدین صاحب کے بعض ایمان افروز حالات لکھ کر بغرض دعا سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کئے تھے ۔ یہ پُر اثر مضمون قارئین بدر کے ازدیاد علم و ایمان کی غرض سے ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔ احباب جماعت مرحوم کی بلندی درجات کیلئے دعا کریں وہاں یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسے جان نثار اور سعادت کے پیکر جماعت کو نسلاً بعد نسلٍ عطا فرماتا چلا جائے آمین ۔ (ایڈیٹر)

میرے پیارے والد مکرم و محترم نظام الدین صاحب ساکن محلہ باب الابواب ربوہ بقضائے الٰہی ۱۹ مارچ ۱۹۸۲ء بوقت صبح ساڑھے چھ بجے بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرے والد صاحب گو بظاہر گمنامی میں بسنے والے ایک زبردست عاشق مسیح موعود تھے۔ قبول احمدیت کے بعد آپ پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے مگر آپ کے مضبوط ایمان اور یقین کامل نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ گاؤں کے لوگوں نے ہر قسم کا بائیکاٹ کر دیا اور مخالفت نے یہاں تک طول کھینچا کہ ایک موقعہ پر آپ کو قتل کرنے کی ایک منظم سازش تیار کی گئی جس میں میرے چچا اور ان کے بیٹے اور ماموں اور دیگر قریبی رشتہ دار شامل تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر شر سے محفوظ رکھا۔

میرے چچا نے مخالفت کو یہاں تک پہنچایا کہ اپنے بیٹے کے ساتھ میری بہن کی شادی کو ابھی چند ماہ ہی گذرے تھے کہ سنگدل چچا نے میری بہن کو اپنے گھر کے دروازے سے دھکا دے کر یہ کہتے ہوئے نکال دیا کہ "جا تیرا باپ کافر ہو گیا ہے۔ اس لئے تیرے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں"

غرض مخالفت اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ ضلع جھنگ میں دریائے جہلم کے کنارے آباد گاؤں [illegible] اپنے وطن کو خیرباد کہنا پڑا۔ اور جھنگ شہر میں سکونت اختیار کر لی۔ یہاں اگرچہ میری بہن جسے چچا نے احمدیت کی مخالفت میں گھر سے نکالا تھا۔ وفات پا گئی۔ لیکن اپنی لخت جگر جس کے ساتھ ابا جان کو بے حد محبت تھی مسیح موعودؑ کے عشق میں بھول گئی اور کہنے لگے احمدیت کی خاطر بیٹی والے اس زخم کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔

ابا جان کا اپنے علاقے میں بہت اثر و رسوخ تھا جس کی وجہ سے اکثر مجھے کہا کرتے تھے کہ میرے بڑے بڑے قریبی ساتھی تھے۔ مگر ایک ساتھی مجھے ایسا ملا کہ اس کے علاوہ مجھے کسی کی ضرورت نہ رہی۔" پھر فوراً "مسیح موعود علیہ السلام کا نام لے کر چیخ مار کر رو پڑے۔ پھر معاً مجھے احمدیت کے ساتھ بے انتہا عشق رکھنے والا ایک فقرہ کہا کرتے تھے جو آپ کی سادگی اور احمدیت کے ساتھ بے حد محبت اور عشق پر دلالت کرتا ہے۔ اور جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت آپ کے دل میں کس قدر گھر کر چکی تھی۔ آپ کہا کرتے تھے۔

"بیٹا اگر مجھے کوئی سونے کا پہاڑ بھی پیش کرے تو احمدیت نہ چھوڑتا۔"

ابا جان کا احمدیت کے ساتھ عشق میں ڈوبا ہوا یہ فقرہ سن کر میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ پڑتے۔ میری زبان احمدیت کے ساتھ آپ کے عشق کو دیکھ کر خاموش ہو جاتی۔ اور میں صرف یہ کہہ دیتا کہ ابا جان مجھے تو آپ کی وجہ سے احمدیت ملی ہے۔ پس میرے لئے تو آپ سے بڑھ کر سونے کا پہاڑ اور کوئی نہیں۔ خدا کی قسم اگر آپ بھی احمدیت چھوڑ دیں تو میں آپ کو چھوڑ دوں گا مگر اپنے پائے ثبات میں ہرگز لغزش نہیں آنے دوں گا۔

دعوت الی اللہ کا آپ کو بے حد شوق تھا۔ مجھے اور میرے بڑے بھائی کو اکثر کہا کرتے تھے کہ میری بڑی خواہش ہے کہ میں بیماری سے ٹھیک ہو جاؤں تو ہم تینوں گاؤں جا کر تبلیغ کریں اور کہا کرتے تھے کہ مجھے یقین ہے کہ خدا ہم تینوں کے ذریعہ سے ضرور وہاں احمدیت کا پودا لگائے گا۔ اور بالخصوص یہ الفاظ تو بڑے زور سے کہا کرتے تھے کہ "انشاء اللہ ضرور ہم احمدیت کا جھنڈا گاڑ کر آئیں گے۔"

حضور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی اس نیک خواہش کو جلد پورا کرنے کی توفیق دے آمین۔

آپ کو وصیت کرنے کی بڑی خواہش تھی لیکن مالی تنگی اور گھریلو حالات درست نہ ہونے کے باعث آپ کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی ایک دن میں نے کہا ابا جان آپ وصیت کر دیں جیسے بھی ہوا میں آپ کا چندہ ادا کروں گا تو مجھے کہنے لگے بیٹا تمہیں مقروض چھوڑ جانے سے زیادہ بہتر ہے کہ میں وصیت نہ کروں۔"

میں نے ابا جان کو تہجد کی بارگاہ میں ہمیشہ روتے اور ہچکیاں مارتے ہوئے پایا ایک [illegible] میں اکثر چھپ کر آپ کو دیکھا کرتا تھا۔ التزام نماز تہجد۔ نماز فجر اور تلاوت قرآن سے فارغ ہوتے ہی اپنی سینی چاول یا گندم سے بھر کر اپنے گھر کے سامنے والے درختوں کے نیچے ڈال دیتے اور میں دیکھا کرتا تھا کہ روزانہ پرندے وہاں آکر ان دانوں کو کھایا کرتے تھے اور جب کبھی میں ابا جان کو دیکھ لیتا کہ اب پرندوں کو چاول ڈالنے جا رہے ہیں اور آپ کو بھی اس کا علم ہو جاتا تو فوراً سینی بند کر کے اپنے دونوں ہاتھ پیچھے باندھ لیتے جیسے کسی کو پتہ ہی نہیں کہ کیا کر رہے ہیں۔

آپ پنجوقتہ باجماعت نماز اور روزانہ تہجد ادا کرنے والے تھے۔ حتیٰ کہ محلہ کے بزرگوں کا کہنا ہے کہ ہم جب کسی دن یہ ارادہ کرتے کہ آج تو ہم بڑی جلدی مسجد میں تہجد پڑھنے کے لئے جا رہے ہیں مگر جب مسجد میں پہنچتے تو بھائی نظام دین کو پہلے سے ہی وہاں موجود پاتے۔ اس ابتلا کے دور میں تو آپ نے محلہ کے دو بزرگوں کے ساتھ مل کر روزانہ باجماعت تہجد پڑھنی شروع کی ہوئی تھی۔

قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت جگہ جگہ رک کر خوش الحانی سے بعض آیات کو پڑھتے اور جب تک قرآن کریم سامنے رہتا آنسو بہاتے رہتے۔ ایک دفعہ جب آپ تلاوت قرآن کریم کر رہے تھے تو اچانک کشفی حالت طاری ہو گئی اور آواز آئی "سورہ نجم کا پہلا رکوع" پھر فوراً ہی دل میں ڈالا گیا کہ اس میں امام مہدیؑ کی صداقت کے زبردست دلائل ہیں چنانچہ کشفی حالت ختم ہونے پر مذکورہ رکوع نکال کر پڑھا تو پہلی آیت کو ہی مسیح موعودؑ کی صداقت بیان کرتے ہوئے پایا۔

جب آپ گاؤں میں تھے تو کہتے ہیں ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ چند ڈھول بجانے والے گاؤں میں ڈھول بجا رہے ہیں جو تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رک کر خوبصورت لحن میں اونچی آواز میں یہ شعر کہہ رہے تھے۔ ؎

بے مہر دا تہیاں را کر دے انکار
خدا انہوں کردا اے ذلیل خوار

ابا جان نے آخری رات جو مفصل ہسپتال میں گزاری اس میں آپ نے بہت سی نصائح کیں۔ ان نصائح میں سے میں صرف ایک ایسی بات آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو احمدیت کے ساتھ ابا جان کے لازوال عشق کو ظاہر کرتی ہے۔ پھر ابا جان سے کہنے لگے۔ دیکھو! رشتہ داروں نے مجھے ہر طرح سے احمدیت چھوڑنے پر مجبور کیا اور میں ان کو ہر طرح سے احمدیت کی آغوش

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

تقریر جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۸۶ء

قسط اوّل

اسلام میں عورتوں کے سماجی حقوق

(یکساں سول کوڈ اور سیکولر حکومت)

از مکرم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

انسانی حقوق

موجودہ زمانہ میں ہر سہ جہتوں کے تجارب کے بعد جب دنیا میں اقتصادی، معاشرتی، سیاسی اور سائنسی ترقیات کے ساتھ ساتھ لوگوں کے افکار اور انداز فکر بدلنے لگے اور تہذیب و تمدن کے نئے مسائل اُٹھ کھڑے ہوئے تو عالمگیر طور پر نوع انسان کے حقوق کے تحفظ کے لئے کچھ نئے اصول و ضوابط وضع کرنے پڑے۔ اگرچہ ایسے اصول دُنیا کی نظر میں نئے ہیں مگر اسلام نے نوع انسان کے حقوق کا تحفظ آج سے چودہ سو سال قبل نہایت حکیمانہ اور اکمل ترین رنگ میں کر دیا ہوا ہے۔ بہر حال نئے دور کے تقاضوں کے پیشِ نظر یو۔ این۔ او نے دس دسمبر ۱۹۴۸ء کو HUMAN RIGHTS CHARTER "(منشور حقوق انسانی) منظور کیا جس میں ہر شخص کے آزادیٔ خیال، آزادی ضمیر، آزادیٔ مذہب اور اپنے مذہب اور عقیدہ کے موافق عبادت کرنے، اس کے اصولوں پر عمل کرنے اور اس کی تعلیم، تبلیغ اور اشاعت کرنے کے حق کو تسلیم کیا ہے۔

۱۹۴۷ء میں جب ہمارا ملک انگریزوں کے تسلط سے آزاد ہوا تو یہاں نہ صرف یہ کہ جمہوری حکومت کا قیام عمل میں آیا بلکہ اس جمہوری حکومت کی بنیاد "سیکولرزم" یعنی غیر مذہبی اصول پر استوار کی گئی جس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کسی بھی مذہب کے اصول نظریات اور قوانین میں مداخلت نہیں کرے گی۔ اور اقوام متحدہ کے منشور حقوق انسانی کے مطابق ہی ہمارے ملک کے آئین حصہ سوم کی دفعات ۲۵ تا ۳۰ میں مذہبی آزادی کا تحفظ دیا گیا ہے کہ حکومت غیر مذہبی ہوگی لیکن ضمیر و مذہب کی آزادی اور تبلیغ مذہب کی اجازت ہوگی۔ اور اس میں اقلیتوں کے مفادات، مذہب، زبان اور ثقافت کا تحفظ کیا گیا ہے۔

یکساں سول کوڈ

لیکن اس کے باوجود یہ تلخ حقیقت بھی ہمارے سامنے بار بار کسی نہ کسی رنگ میں آتی جا رہی ہے کہ مسلم معاشرہ کو اس کی تمام امتیازی خصوصیات سے محروم کر کے اُس کے دینی اور ملی تشخص اور اس کی تہذیب و ثقافت کو جو مسلم معاشرہ کی جان اور اس کی انفرادیت کے لیئے طرۂ امتیاز ہے اکثریت کے دھارے میں ملا دینے کی مذموم کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت آئینی اقدامات کے پردے میں، قومی اتحاد، قومی یکجہتی اور پورے سماج کی ہم آہنگ اور باہم مربوط سماجی، معاشی اور ثقافتی ترقی کے نام پر کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ نظام تعلیم کی تشکیل نو کے ذریعہ سرکاری سکولوں میں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے اس میں بعض اوقات ایسی چیزیں شامل کر دی جاتی ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی بڑی بھیانک تصویر پیش کرتی ہیں بلکہ آر۔ ایس۔ ایس کے سربراہ بالا صاحب دیورس نے تو یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ آئین کی دفعہ ۳۰ منسوخ کی جائے جس کے تحت اقلیتوں کو اپنے ادارے قائم کرنے اور چلانے کا حق دیا گیا ہے۔ اس مطالبے کو مان لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ مسلم اقلیت اپنے دینی اور تعلیمی ادارے قائم کرنے اور انہیں چلانے کی آزادی سے محروم ہو جائے گی۔ اور مسلمان بچے سرکاری سکولوں میں سرکاری نصاب ہی پڑھنے پر مجبور ہوں گے۔ جس کا عملی مفہوم اُن انتہا پسند عناصر کے نزدیک یہی ہے کہ مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو اکثریتی سماج میں ضم کر دیا جائے۔

اسی طرح زبان اور رسم الخط کی تبدیلی سے خصوصاً شمالی ہند کی ریاستوں میں مسلمانوں کی نئی نسل کا ایک بہت بڑا حصہ اُردو میں محفوظ اپنے بیش قیمت دینی و علمی سرمایہ سے بیگانہ ہو کر رہ گیا ہے۔

نظام تعلیم کی تشکیل نو اور زبان و رسم الخط کی تبدیلی کے علاوہ مسلمانوں کو اپنے دین و شریعت سے بیگانہ کر کے اُن پر غیر اسلامی نظریات و تصورات ٹھونسنے کی ایک اور کوشش "یکساں سول کوڈ" کے نام پر بھی ہو رہی ہے اور مسلم پرسنل لاء کو ختم کرنے کا مطالبہ زور پکڑنے لگا ہے۔ اور حکومت بھی بہت واضح اور واشگاف انداز میں اس شرط کے ساتھ یکساں سول کوڈ وضع کرنے کا اعلان کر چکی ہے کہ یہ اختیاری ہوگا۔ اگر یکساں سول کوڈ نافذ کر دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نکاح۔ طلاق۔ نفقہ۔ رضاعت اور وراثت وغیرہ سماجی معاملات میں مسلمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکام شریعت کی بجائے پارلیمنٹ کے وضع کردہ قوانین کی پیروی کرنے پر مجبور ہوں گے۔ اور یہ امر نہ صرف مسلمانوں کی مذہبی روح کو کچلنے، احکام شریعت کو پس پشت ڈالنے اور اُن کے ملی کردار کو مٹانے کا باعث ہوگا۔ بلکہ ہماری سیکولر حکومت ہند کے آئین کے سراسر خلاف اور اس کا مضحکہ اڑانے کے مترادف ہوگا جس میں ہر مذہب کو آزادی کا تحفظ دیا گیا ہے۔

یکساں سول کوڈ کے مطالبہ کی بنیاد ہمارے ملک کے بعض دانشوروں اور سیاستدانوں کے نزدیک یہ ہے کہ مسلمانوں کا قانون شریعت قومی یکجہتی اور اتحاد کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلم پرسنل لاء مسلمانوں میں علیحدگی پسندی کے جذبات کی پرورش کرتا ہے۔ وہ انہیں ہندوستانی قوم کا حصہ بننے نہیں دے رہا۔ حالانکہ آزاد ہندوستان کی چالیس سالہ تاریخ اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ مسلم پرسنل لاء قومی یکجہتی یا مسلمانوں کے ہندوستانی قوم ہونے میں کبھی بھی رکاوٹ ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ ہر ہندوستانی مسلمان کو اپنے ہندوستانی اور بھارتی ہونے پر فخر ہے۔ اور قانون شریعت ہی اُسے یہ حکم دیتی ہے کہ اپنے ملک کی حکومت کی پوری اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرے۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کے بعض انتہا پسند اور متعصب عناصر اپنے مذہبی اور سماجی رسوم و رواج اور قوانین کے نقائص اور کمزوریوں کی پردہ پوشی کے لئے مسلم پرسنل کے خاتمہ اور یکساں سول کوڈ کے ابتدائی مرحلہ میں رضاکارانہ اور اختیاری اور اگلے مرحلہ میں جبری نفاذ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ جب کہ اسلامی شریعت کے احکام فطرت انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (روم: ۳۱) بجبر یہ خدا تعالیٰ کے جملہ مسائل کے لیئے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہیں۔ یہ قوانین کسی انسان کے وضع کردہ نہیں ہیں بلکہ خالق و مالک خدا کی طرف سے نازل کردہ ہیں جو انسانی فطرت کے نشیب و فراز اور مستقبل میں پیدا ہونے والی تمام پیچیدگیوں کا جاننے والا ہے۔

چونکہ یکساں سول کوڈ کا مطالبہ خاص طور پر گزشتہ سال شاہ بانو کیس سے پیدا ہونے والے مسائل کو مدنظر رکھ کر کیا جا رہا ہے اس لیئے میں اپنے عنوان کے دائرہ میں رہتے ہوئے صرف اسلام میں عورتوں کے سماجی حقوق کے بارے میں روشنی ڈالوں گا۔ تاکہ حقیقت شناس لوگ خود موازنہ کر سکیں کہ واقعی اسلام نے جو حقوق اور عزت و حرمت اور آزادی و مساوات عورت کو عطا کی ہے اُس کا عُشر عشیر بھی کسی مذہب و سماج یا حکومت نے آج تک اُس کو نہیں دیا۔

عورت کی حیثیت

برادران کرام انسانی سماج میں عورت کی کیا حیثیت ہونی چاہیئے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو انسانی معاشرے کے بالکل ابتدائی اور غیر متمدن دور میں بھی تھا اور آج بھی جبکہ انسان نے چاند تک رسائی حاصل کر لی ہے اور تسخیر

کائنات کے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مصروف ہے، یہ سوال اپنی تمام تر پیچیدگیوں کے ساتھ موجود ہے غیر متمدن ابتدائی سماج میں عورت کو نہ تو کوئی معاشرتی مقام حاصل تھا اور نہ ہی اُسے کوئی سماجی حقوق حاصل تھے وہ اپنی شکل وصورت اور جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے تو اولاد پیدا کرنے اور نسل انسانی کی بقاء کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی لیکن اپنے رہن سہن اور مرد کے ساتھ اپنے تعلقات کی سطح کے اعتبار سے ایک عام پالتو جانور سے کچھ زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تھی پھر ایک لمبے عرصے کے بعد جب انسانی سماج کی تشکیل کے لئے کچھ اُصول اور قوانین بنائے گئے تو اُس وقت عورتوں کو بھی انسانی معاشرے کا ایک حصہ سمجھا جانے لگا۔ خواہ وہ بابل کی حضورانی تہذیب ہو یا قدیم روم ویونان۔ مصر، چین اور ہندوستان کا تمدن ہو۔ اگرچہ اُن کے وضع کردہ قوانین۔ اُصول اور رسم ورواج ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے لیکن ایک بات اُن سب میں مشترک نظر آتی ہے کہ عورت کے سماجی وجود کو کسی نہ کسی رنگ میں تسلیم تو کیا گیا ہے مگر پھر بھی عورت کو مرد سے الگ آزادانہ اور مستقل حیثیت حاصل نہیں تھی۔ اُسے سماج کی ایک کمزور اکائی کے روپ میں ہی دیکھا گیا۔ یہ زندگی کے ہر میدان میں مرد کی دست نگر تھی۔ اُسے کسی چیز پر بھی آزادانہ تصرف کا حق اور اختیار نہیں دیا گیا تھا۔ باپ یا شوہر کو کلّی اختیار تھا کہ اگر چاہے تو اُسے قتل بھی کر دے چنانچہ چین میں سب سے زیادہ بے قیمت چیز عورت کو سمجھا گیا۔ یونان میں اس کو سب برائیوں کی جڑ قرار دیا گیا۔ روم میں جہاں سب سے پہلے جمہوریت کا قیام عمل میں آیا عورت کو ذرا سے آزادی ضرور ملی مگر انسانی اور قانونی حقوق سے وہ بدستور محروم رہی۔ قدیم ہندوستان میں عورت کی سماجی حیثیت کا اندازہ منوسمرتی اور چانکیہ کے اقوال اور اُن کے وضع کردہ قوانین اور ان پر مبنی رسوم ورواج سے لگایا جا سکتا ہے کہ عورت کو کسی بھی طرح کی ذمہ داری سنبھالنے کے معاملہ میں قطعی طور پر نااہل قرار دیا گیا۔ اس کی گواہی کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا گیا۔ اور اس کو جھوٹ کی پوٹ سمجھا گیا۔ مہابھارت کے شانتی پرو میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ

"راجہ جہاں صلاح ومشورہ کر رہا ہو وہاں لولوں، کبڑوں، لنگڑوں اندھوں، احمقوں، زنخوں اور

عورتوں کو پھٹکنے کی اجازت نہ دی جائے۔"

(انڈین ویمن مرتبہ دیوکی جین ص ۷۴-۸۰)

یہود ونصاریٰ کے خود غرض اور نفس پرست علماء نے بھی مجبور ومظلوم عورت کا وہی روپ دیکھنے اور دکھانے کی کوشش کی جس کی جھلک قدیم غیر مہذب اور بعد کے نیم مہذب دور میں نظر آتی ہے۔ انہوں نے عورت کے ساتھ نرمی اور حسن معاملہ کی ضرورت واہمیت کو تو تسلیم کیا۔ لیکن اُسے سماجی اور مذہبی اعتبار سے وہ حیثیت دینے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ نہ کر سکے جو مرد کو حاصل تھی۔ انہوں نے عورت کو شیطان کے داخل ہونے کا دروازہ اور خدا کی تصویر یعنی مرد کو غارت کرنے والی، ایک ناگزیر برائی۔ ایک پیدائشی ہوس، ایک مرغوب آفت اور ایک آراستہ مصیبت قرار دیا ہے۔

موجودہ دور میں یورپ میں صنعتی انقلاب نے عورت کو بھی میدانِ عمل میں لاکھڑا کیا۔ سرمایہ دار کو کم اجرت پر خدمت کرنے والے ہاتھ مل گئے۔ عورت گھر کی چار دیواری سے نکل کر کارخانے میں پہنچی۔ مغرب کے دانشوروں نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ اُسے آزادی نجات۔ حقوق اور مساوات کے سُنہرے خواب دکھائے۔ جن کی چمک دمک سے عورت مسحور ہو گئی۔ دفتروں اور کارخانوں میں وہ جانے لگی۔ حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر بھی وہ فائز ہونے لگی مگر مردوں کے شانہ بشانہ باہر کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے باوجود گھر کے کام کا بوجھ بھی بدستور عورت کے کندھوں پر ہی رہا۔ چنانچہ یورپ وامریکہ کے ماہرین عمرانیات کے سروے کے نتیجے میں یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ:-

"آج بھی ایک اوسط امریکی بیوی گھر کے کام کاج پر اتنا ہی وقت صرف کرتی ہے جتنا کہ اُس کی دادی کیا کرتی تھی۔ اُسے عام طور پر ہفتہ میں گھریلو کام کاج پر ۵۳ گھنٹے صرف کرنے پڑتے ہیں۔۔ ... جو جوڑے صاحب اولاد ہیں اُن کے تعلق سے یہ چونکا دینے والی حقیقت بھی سامنے آئی ہے کہ ہر اگلے بچے کی پیدائش کے ساتھ گھریلو کام کاج میں عورت کا ۵ تا ۱۰ فیصد بڑھ جاتا ہے اور مرد کی ذمہ داری اسی کے بقدر کم ہو جاتی ہے۔"

(ویمن اینڈ ویمن مولفہ جان نکلس ص ۱۱۶)

یورپین معاشرے میں ۱۸۹۱ء تک عورتوں کو مرد کی جائیداد پر کوئی حق نہ تھا عورت کو ووٹ دینے کا بھی حق نہیں تھا۔ عورتوں کے لئے علمی کام ایک جرم تھا۔ ۱۸۲۰ء تک انگلستان کی آکسفورڈ یونیورسٹی میں کوئی عورت داخلہ نہیں لے سکتی تھی۔ ۱۸۶۶ء سے پہلے کیمبرج یونیورسٹی میں لڑکیوں کو امتحان دینے کا حق نہیں تھا۔ ۱۹۳۷ء تک عورت کو طلاق کا حق نہ تھا۔ ۱۸۷۶ء تک عورت کو خاوند کے خلاف عدالت میں شکایت کرنے کا حق نہ تھا اور آج بھی انگلستان میں عورت کو وراثت کا حق حاصل نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ دُنیا کے کسی ملک اور کسی قوم نے بھی طبقۂ نسواں پر ظلم ڈھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی موجودہ ترقی علوم کے زمانہ میں مختلف اہل مذاہب کا یہ دعویٰ کرنا کہ اُن کا مذہب عورتوں کے حقوق کی نگہداشت دیگر مذاہب کے مقابلہ میں سب سے زیادہ کرتا ہے چنداں قابل اعتناء نہیں کیونکہ ایسی کوئی تعلیم اُن کی اپنی مذہبی کتابوں یا اُن کے پیشواؤں کے طریق عمل سے ثابت نہیں۔ البتہ حقوق نسواں کے متعلق اُن کی موجودہ طریق کار علوم کی ترقی یا پھر اسلام کی صحبت کے نتیجہ میں ہے۔ اور پھر انسانی فطرت کے تقاضوں سے ہٹ کر اس معاملہ میں جو تفریط کی راہ اختیار کی گئی ہے اس کے نتیجہ میں عورت اپنی انسانیت سے بھی محروم ہو گئی اور اُس نے اپنی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ کر لیا۔ کیونکہ تہذیب جدید کا یہی المیہ ہے کہ زندگی کے ہر میدان میں عورت کو مرد کے شانہ بشانہ لاکھڑا کیا گیا اور دیدہ ودانستہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا گیا کہ عورت اپنی فطری استعداد کے لحاظ سے زندگی کے بعض میدانوں کے لئے نہ صرف یہ کہ نسبتاً زیادہ موزوں ہے بلکہ معاشرے کو فساد اور بگاڑ سے بچانے، نسل انسانی کی صالح خطوط پر اُٹھان اور خود عورت کی اپنی شخصیت کے تحفظ اور ارتقاء کے لئے ضروری ہے کہ اُسے انہی میدانوں سے مخصوص کر دیا جائے۔ اور یہ دائرہ کار بھی جبری اور قطعی نہیں ہے؛ گھر سے باہر کے کام عورت کے لئے ممنوع اور حرام نہیں لیکن اس کی کچھ حدود ہیں جنہیں اسلام صرف ضرورت کے وقت ہی مناسب خیال کرتا ہے۔ موجودہ زمانے میں عورت اور مرد کے درمیان کلّی طور پر مساوات کا فریب کارانہ نعرہ لگانے والوں کے تعلق سے موجودہ زمانے کے مصلح آخر الزماں بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:-

"خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ اور اسی لئے مرد کو عورتوں کی نسبت قویٰ زیادہ دیئے گئے ہیں۔ اس وقت جو نئی روشنی کے لوگ مساوات پر زور دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہیں اُن کی عقلوں پر تعجب آتا ہے وہ ذرا مردوں کی جگہ عورتوں کی فوجیں بنا کر جنگوں میں بھیج کر دیکھیں تو سہی کہ کیا نتیجہ مساوی نکلتا ہے یا مختلف؟ ایک طرف تو اُسے حمل ہے اور ایک طرف جنگ ہے، وہ کیا کر سکے گی؟ غرضیکہ عورتوں میں مردوں کی نسبت قویٰ کمزور ہیں اور کم بھی ہیں۔ اس لئے مرد کو چاہیئے کہ عورت کو اپنے ماتحت رکھے"

(الملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۳۳، صفحہ ۱۳۴)

اسلام میں عورت کا مقام

پس امر واقعہ یہ ہے کہ فطری اور جبلّی طور پر عورت مرد کے مقابلہ میں جسمانی ساخت اور طاقت کے اعتبار سے کمزور ہے لیکن اس حقیقت کے ساتھ ہی اسلام انسان کے فطری تقاضوں میں توازن برقرار رکھتے ہوئے انسانی اور سماجی حقوق میں عورت کو بھی مرد کے ساتھ مساوات کا حق دیتا ہے۔ اسلام انسانیت میں عورت کی وہی حیثیت تسلیم کرتا ہے جو مرد کی ہے۔ آج سے چودہ سو سال قبل اسلام ہی نے یہ نعرہ بلند کیا کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات: ۱۴) مرد ہو یا عورت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے با عزت وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یعنی عزت وبرتری کا معیار اسلام میں تقویٰ ہے جو کسی ایک صنف کے لئے مخصوص نہیں اور نہ ہی کسی ایک طبقہ کی میراث ہے۔ وہ عورت جو متقی اور پرہیزگار ہے جو اعلیٰ اخلاقی اقدار سے مزین ہے جس میں صحیح رنگ میں انسانیت پائی جاتی ہے وہ اُس نا مرد سے ہر لحاظ برتر ہے

ہم پلہ قرار دیا گیا ہے۔ اور اسلام اور مرد سے پیچھے نہیں۔ اسی طرح روحانی مدارج حاصل کرنے میں بھی ایک مسلمان عورت کو کسی طرح بھی کمزور نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ اس میدان میں بھی اُس کو مردوں کے دوش بدوش اور ہم پلہ ٹھہرایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اُس کا قرب عورت بھی اُنہیں شرائط کی پابندی سے حاصل کر سکتی ہے جو مردوں کے لئے مقرر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا۔

(سورۃ النساء: ۱۲۵)

کہ جو لوگ خواہ مرد ہوں یا عورتیں مومن ہونے کی حالت میں نیک کام کریں گے تو وہ جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ نہیں بلکہ ہر زمانے میں ایسی عورتیں پیدا ہوتی رہی ہیں جنہوں نے اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی منازل کو طے کیا حتیٰ کہ خدا تعالیٰ کے مکالمہ و مخاطبہ سے بھی مشرف ہوئیں۔ قرآن مجید نے خاص طور پر حضرت مریم صدیقہ اور اُمِّ موسیٰ کا ذکر بھی کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے کلام کیا اسی طرح سورۃ تحریم میں تمام مومنوں کی مثال دو عورتوں سے دی گئی ہے کہ جو مومن ابھی درجۂ کمال تک نہیں پہنچے اُن کو فرعون کی بیوی آسیہ سے تشبیہ دی گئی ہے اور جو مومن درجۂ کمال تک پہنچ گئے ہیں اُن کو حضرت مریم صدیقہ کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ اور اسلام میں تو بے شمار خواتین ایسی ہوئی ہیں اور آئندہ بھی ہوں گی۔ جنہوں نے بہت سے اعلیٰ روحانی منازل طے کیں پس روحانی اُمور میں اسلام نے مرد اور عورت کو جو مساوات دی ہے اور اس میدان میں عورت کو مرد کے ہم پلہ ٹھہرایا ہے۔ وہ کسی اور مذہب میں ہرگز نہیں پایا جاتا۔ بلکہ دیگر مذاہب میں تو عورت کے روحانی پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ انہی مذاہب کے پیرو آج کل جسمانی اور مادی امور میں مرد اور عورت کی پوری مساوات کا دم بھی بھرتے ہیں!!

سامعین کرام! اسلام کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس نے عورت کو سماجی حقوق میں بھی مردوں کے مساوی قرار دیا ہے۔ اسلام ہی ہے جس نے سب سے پہلے عورتوں کے سماجی حقوق کی حفاظت اور مردوں کے ساتھ اُن کی مساوات کو تسلیم کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ

عورت کے سماجی حقوق

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ، وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ

(البقرہ: ۲۲۹)

یعنی جیسے عورتوں کے ذمہ مردوں کے حقوق ہیں ایسا ہی مردوں کے ذمہ عورتوں سے متعلق حقوق کی ادائیگی عام دستور کے مطابق ہے ہاں مردوں کو ایک گونہ فضیلت حاصل ہے۔

اس آیت کریمہ میں جہاں مرد و عورت کے حقوق کی مساوات کا اظہار کیا گیا ہے وہاں لطیف پیرائے میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ عورت اپنی فطری کمزوری کے باعث مرد پر زیادہ حقوق رکھتی ہے اس لئے حقوق کی نگہداشت اور فرائض کی بجا آوری میں مردوں پر زیادہ ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں۔ اسلام نے عورت کو مرد کے گھر کی نوکرانی قرار نہیں دیا جس کی زندگی مرد کے رحم و کرم پر موقوف ہو بلکہ اُس کو سماج میں ایک مستقل حیثیت دی ہے اس کے ہاتھ پیر باندھ کر اُس کو مرد کے قدموں میں نہیں ڈالا بلکہ مرد اور عورت دونوں کے ذمہ حقوق رکھے ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔ مختصر الفاظ میں فرما دیا ہے۔ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہے۔ بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بیچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات اُن سے لیتے ہیں گالیاں دیتے ہیں۔ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور پردہ کے حکم ایسے ناجائز طریق سے برتتے ہیں کہ اُن کو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔ چاہیئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر انہی سے اس کے تعلقات اچھے نہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے اچھا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم ص ۴۱۷ - ۴۱۸)

لڑکی کا حق

عورت کے سماجی حقوق کی حفاظت اسلام نے اُس کی پیدائش ہی سے دی ہے۔ زمانہ قدیم میں بلکہ موجودہ ترقی یافتہ دور میں بھی لڑکی کی پیدائش کو عموماً اچھا نہیں سمجھا جاتا قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ (النحل: ۵۹)

جب کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خبر مل جائے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ نہایت رنجیدہ ہو جاتا ہے۔ آج کل تو الٹرا ساؤنڈ جیسی مشینیں نکل آئی ہیں ایام حمل میں پتہ لگ جاتا ہے کہ ہونے والا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ جب یہ معین ہو جائے کہ لڑکی ہونے والی ہے تو اسقاط کرا لیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے بیٹی کی عزت و حرمت اور تقدس کو قائم کیا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں لڑکیوں کے قتل کی اجازت نہیں خواہ انہیں رحم مادر میں پرورش کے دوران جنس کی تشخیص کے بعد جنین کی شکل میں ہلاک کیا جائے یا ولادت کے بعد۔ اسی طرح اسلام اپنے افراد کو لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین امتیازی سلوک سے روکتا اور اُن کی پرورش و پرداخت پر یکساں زور دیتا ہے۔ بانی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کو خدا لڑکیاں دے اور وہ اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس شخص کے لئے دوزخ کی آگ سے پردہ ہو جائیں گی۔" اسی طرح آپؐ نے فرمایا "جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی وہ اور میں قیامت کے دن یوں ہوں گے پھر آپؐ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔" یعنی ایسا شخص میرے ساتھ ہوگا۔ اور نہ صرف آپؐ نے یہ تعلیم ہی دی بلکہ خود اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کمال محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آکر ایک عظیم اُسوۂ حسنہ اور عملی نمونہ چھوڑا۔ الغرض وہ ہستی جس کے دنیا میں آنے ہی کو ماں باپ باعث ننگ و عار سمجھتے تھے اُس کی محبت کو والدین کے دلوں میں قائم کیا اور بتایا کہ تمہاری لڑکیاں بھی تمہاری محبت کی ویسی ہی حقدار ہیں جیسے لڑکے

شوہر کے انتخاب کا حق

جب ایک لڑکی اپنے بچپن کے دور سے نکل کر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی ہے تو ہر عاقل و بالغ لڑکی کو اسلام اپنے شریک حیات کے انتخاب کا حق دیتا ہے۔ اگر شادی کے لئے لڑکی کے ولی یا سرپرست کی اجازت اور رضامندی ضروری قرار دی گئی ہے اور یہ پابندی خود عورت کے لئے مفید اور ضروری ہے کیونکہ اگر وہ اپنی ناتجربہ کاری سے تھوڑی سی غلطی کر بیٹھے گی تو اُس کا خمیازہ اُسے عمر بھر بھگتنا پڑے گا۔ لیکن ولی یا سرپرست کو یہ اختیار بھی نہیں دیا گیا وہ زبردستی اُس کی مرضی کے خلاف کسی سے بیاہ دے۔ اگر لڑکی خود سوچ سمجھ کر اپنی پسند سے کسی صاحب کردار شخص سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اُسے جبراً باز رکھنے کا اختیار اور حق کسی کو بھی نہیں ہے۔ اس معاملہ میں بھی اسلام نے اعتدال کو مد نظر رکھا ہے۔ وہ نہ تو ہندو سماج کی طرح باپ ہی کو کلی اختیار دیتا ہے وہ جہاں چاہے اپنی مرضی سے کنیادان کر دے۔ اور نہ ہی موجودہ یورپین معاشرہ کی طرح لڑکی کو کھلی چھوٹ دیتا ہے کہ وہ شادی سے پہلے ہی لڑکے سے مل کر ایک دوسرے کو جانچیں۔ اور اسی دوران جنسی ملاپ کے مراحل بھی آتے ہیں اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اکثر شادی کا فیصلہ اُس وقت کیا جاتا ہے جب لڑکی ماں بننے کے مرحلہ میں داخل ہوتی ہے۔ پس یورپ کی کورٹ شپ کا یہ عمل مغربی معاشرہ میں کنواری ماؤں اور ناجائز بچوں کی روز افزوں تعداد کے لئے بڑی حد تک ذمہ دار ہے لیکن اسلام نے میانہ روی کا یہ طریق سکھایا ہے کہ گو ولی کی رضامندی بھی ضروری ہے اور ناتجربہ کار نوعمر دلہن کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ تجربہ کار لوگوں کے تجربہ سے فائدہ اُٹھائے۔ مگر اس کے ساتھ ہی نہایت صاف الفاظ میں حکم دیا ہے کہ دلہن کی رضامندی و پسندیدگی کے بغیر عقد نکاح مضبوط نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لَا تُنْكَحُ الْاَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَأْذَنَ

یعنی بیوہ کا نکاح اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس سے مشورہ نہ لیا جائے اور کنواری لڑکی کا نکاح اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس سے اجازت نہ لے لی جائے۔ کتاب الاحکام میں ایک عورت ہی سے روایت ہے کہ اُسکی شادی اُس کے باپ نے جبراً اُسکی منشاء کے خلاف ایک شخص سے کر دی تو اُس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شکایت کی۔ حدیث میں آتا ہے کہ فَرَدَّ نِكَاحَهٗ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکاح کو فسخ کر دیا۔ اسی مضمون کی ایک حدیث دارقطنی میں حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے کہ لڑکی کی رضامندی کے بغیر جبراً شادی کر دینے کو اسلام نے ہرگز پسند نہیں کیا بلکہ جس طرح ایک مرد کو اختیار ہے کہ اپنی پسند کی کسی بھی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے اسی طرح عورت کو حق و اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کا انتخاب اپنی مرضی اور پسند سے کر سکتی ہے (باقی)

جماعتِ احمدیہ سیرالیون کا کامیاب جلسہ سالانہ بقیہ صفحہ (اوّل)

ہمراہ جنرل سیکرٹری الحاج کمانڈا بونگے جب پنڈال میں تشریف لائے تو فضاء نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔ جلسہ سالانہ کا آغاز تلاوت قرآن پاک اور نظم خوانی سے ہوا۔ محترم امیر صاحب جو (اس اجلاس کے صدر بھی تھے) نے فلک بوس نعروں کی گونج میں لوائے احمدیت لہرانے کی تقریب سر انجام دی۔ لبعدۂ آپ نے اپنے افتتاحی خطاب میں خدا تعالیٰ کے اُن افضال و انعامات کا ذکر فرمایا جو دورانِ سال جماعت احمدیہ پر نازل ہوئے۔ آپ نے احباب جماعت کو ہر آن خدا تعالیٰ کا شکر گذار بندہ بننے کی تلقین فرمائی تا خدا تعالیٰ کے انعامات و افضال اس شکر کے نتیجہ میں پہلے سے بڑھ کر جماعت احمدیہ پر نازل ہوں۔ خطاب کے بعد آپ نے اجتماعی دعا کروائی۔

ازاں بعد الحاجی کمانڈا بونگے جنرل سیکرٹری جماعت ہائے احمدیہ سیرالیون نے جلسہ سالانہ کے لئے مرسلہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا روح پرور پیغام پڑھ کر سُنایا۔ جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

حضور ایدہ اللہ کے پیغام کا خلاصہ

سیرالیون کی جماعت پچھلے چند سالوں میں تبلیغی میدان میں بہت مستعد تھی۔ لیکن گزشتہ سال صفِ اوّل سے ذرا پیچھے جا پڑی ہے۔ مَیں ساری جماعت کو تلقین کرتا ہوں کہ روحانی جہاد میں مبلغین کے شانہ بشانہ کام کریں اور دعوت الی اللہ کے میدان میں نہ صرف خود ایک دوسرے سے آگے بڑھیں بلکہ اپنی قائدانہ صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی اولادوں کو بھی اس میدان جہاد میں آگے بڑھنے کے سلیقے سکھا دیں ــــ اپنے اعلیٰ تعلیمی معیار کو بھی قائم رکھیں اور جو بچے ہمارے اسکولوں میں تعلیم پادیں وہ ہر لحاظ سے مثالی طالب علم ہوں جو دین کو سمجھنے والے قوم سے محبت رکھنے والے اور ملک کے سچے خادم ہوں۔ بنی نوع انسان کی جسمانی خدمت کے لئے بھی احمدی ڈاکٹرز اچھا کام کر رہے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ روحانی پیاس بھی بجھنی چاہئیے اور اس طرف ابھی بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔

مُلک کی مادی اور روحانی ترقی کے لئے ہر وقت دُعاؤں میں لگے رہیں۔ اپنے اعلیٰ کردار اور نیک نمونہ سے نیک اخلاق کو رائج کریں اور امانت و دیانت کے معیار کو بلند کریں کیونکہ آج سارا ملک ایک نئی قسم کی غلامی۔ رشوت۔ جھوٹ۔ بد دیانتی۔ مادہ پرستی جیسی مہلک زنجیروں میں جکڑا ہُوا ہے۔ آج آپ لوگوں پر پہلا حق ہے کہ اہل وطن کو ان برائیوں سے نجات دلائیں۔ پس آج اسلام کا جھنڈا آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ نے ہی امن کے پیغامبر کے طور پر کام کرنا ہے۔ پس اپنے رب سے دعائیں مانگتے ہوئے اور اس کی مدد پر کامل توکل رکھتے ہوئے اپنے معاشرہ کو ان برائیوں سے کُلیۃً پاک کرنے کا عہد کریں اور سارے سیرالیون کو امن اور صلح سے معمور کر دیں۔

صدر مملکت اور نائب صدر کے پیغامات

اس جلسہ کی اہم بات یہ تھی کہ صدر مملکت سیرالیون جنرل جے۔ ایس۔ موموہ اور وائس پریذیڈنٹ مسٹر اے۔ بی۔ کمارا نے اسپیشل پیغامات بھجوا کر ہمارے لئے حوصلہ افزائی کے سامان مہیا کئے۔ صدر مملکت کا پیغام ان کے نمائندے کی حیثیت سے Southern Province کے سیکرٹری نے پڑھ کر سُنایا۔ جبکہ وائس پریذیڈنٹ کا پیغام احمدیہ مشن سیرالیون کے سیکرٹری تعلیم نے پڑھ کر سُنایا صدر مملکت نے پیغام میں لکھا۔

"احمدیہ مسلم مشن نے اس مُلک میں جو کردار علم اور طب کے میدان میں ادا کیا ہے۔ ہم اس کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ میری دلی دُعا ہے کہ جو بہت بڑا کام آپ نے شروع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بنیادوں کو مضبوط سے مضبوط تر کرتا چلا جائے"

۵۔ وائس پریذیڈنٹ نے ان الفاظ میں جماعت کو خراج تحسین پیش کیا:۔

"ان تمام مسائل کا حل تلاش کرنے کی فقید المثال ذمہ داری صرف اور صرف جماعت احمدیہ ہی ادا کر سکتی ہے۔ جن سے موجودہ دور میں عالم اسلام پریشان ہے اور سیرالیون میں تمام مسلمانوں کو متحد کرنے کا کردار بھی احمدیہ مشن ہی ادا کر سکتا ہے۔ جس کے تحت مسلمانوں کی تمام تنظیمیں ایک جسم کی طرح ربط قائم کر سکتی ہیں۔ مَیں احمدیہ مشن کو تعلیم کو چاروں کونوں میں عام کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ چند سالوں تک احمدیہ اسکولز کے طلبہ منفرد حیثیت سے افق پر چمکیں گے۔ سیرالیون میں کوئی ایسا ضلع نہیں جہاں جماعت احمدیہ کا مذہبی اثر و نفوذ نہ ہو"

پیغامات پڑھے جانے کے بعد محترم مولوی لطف الرحمٰن صاحب محمود مبلغ کینما نے بعنوان "حضرت محمدؐ ازروئے بائیبل" پر جامع و مانع تقریر کی۔ اور یہ ثابت کیا کہ اسماعیلی نسل سے جس نبی آخر الزمان کے آنے کا ذکر بائیبل میں پایا جاتا ہے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

دو نئے افریقن مبلغین کا استقبال

جلسہ کے آخر پر محترم امیر صاحب نے اس بات پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ اسی وقت ہم میں دو ایسے نئے سیرالیونین مبلغین موجود ہیں جو جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ التحصیل ہو کر یہاں تشریف لائے ہیں۔ محترم امیر صاحب نے ہر دو مبلغین کرام کا تعارف احباب جماعت سے کروایا اور ان کو خوش آمدید کہا۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱):۔ مکرم مولوی محمد ہارون جالو صاحب۔

(۲):۔ ؍؍ مولوی فواد کانعر صاحب۔

محترم امیر صاحب کے ارشاد پر ہر دو مبلغین کرام نے اردو زبان میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا محبت بھرا اسلام احباب تک پہنچایا۔ اور احباب سے اپنی کامیاب زندگی کے لئے دُعا کی درخواست کی۔

نمازِ جمعہ:۔ پہلے اجلاس کے اختتام پر مسجد احمدیہ ناصر بو میں محترم امیر صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ جمعہ میں حضور پُر نور کی بابرکت سکیم داعی الی اللہ پر روشنی ڈالتے ہوئے احباب سے امسال اپنے ٹارگٹ کو ڈبل کرنے کی درخواست کی۔ نماز جمعہ کے بعد دورانِ سال فوت شدہ احباب کی نماز جنازہ غائب پڑھی گئی۔

دوسرا اجلاس:۔ نماز جمعہ کے بعد دوسرا اجلاس چیف سِنسی دانیال کی صدارت میں شروع ہُوا۔ تلاوت قرآن پاک اور نظم خوانی کے بعد مندرجہ ذیل مقررین نے درج ذیل عنوان پر بالترتیب تقاریر فرمائیں۔ مکرم مولوی عبد المنان صاحب طاہر بعنوان حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ۔ مکرم لطیف احمد صاحب پرنسپل احمدیہ اسکول بلامہ بعنوان احمدیت یعنی حقیقی اسلام۔ خاکسار حنیف احمد محمود بعنوان ہماری ذمہ داری دعوت الی اللہ

تیسرا اجلاس:۔ جلسہ سالانہ کا تیسرا اجلاس مورخہ ۱۵ر مارچ کو صبح نو بجے عزت مآب ڈرامی روجرز منسٹر آف اسٹیٹ کی صدارت میں شروع ہُوا۔ تلاوت و نظم خوانی کے بعد مندرجہ ذیل مقررین نے تقاریر کیں۔ مکرم سلیمان سانڈی صاحب بعنوان امام مہدی کی آمد۔ مکرم عبد السلام صاحب ظافر بعنوان کفارہ۔ مکرم مسٹر آئی ایم۔ جنجوعہ صاحب بعنوان اسلام میں مالی قربانی کی حیثیت۔

مالی قربانی کا مقابلہ:۔ تقاریر کے بعد مالی قربانی کا مقابلہ ہُوا۔ احباب جماعت نے جس خلوص اور محبت سے مالی قربانی اسلام کی اشاعت کے لئے پیش کی وہ ناقابل فراموش ہے۔ مخلصین جماعت نے کل ایک لاکھ ایک ہزار سات سو ستاسی لیونز کی مالی قربانی پیش کر کے تاریخ احمدیت سیرالیون میں ایک نیا ریکارڈ قائم کر دیا۔ گذشتہ سال احباب کی مالی قربانی 24000 تھی۔ سب سے زیادہ قربانی دارو ریجن نے پیش کی جو کہ 37013/- لیونز ہے۔ اسی طرح یہ ریجن علم انعامی کا مستحق ٹھہرا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس ریجن نے اس دفعہ تمام احباب کی رہائش کا انتظام ایک جگہ ہی کر رکھا تھا۔ مرکز کی طرح ایک ہی وقت کھانا کھاتے اور نماز تہجد پر "صلّ علیٰ" پڑھتے آتے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ۔

چوتھا اجلاس:۔ اسی روز شام ۳ بجے یہ اجلاس الحاج یوسف شریف صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔ جن میں مندرجہ ذیل مقررین نے بالترتیب درج ذیل عنوانات پر تقاریر کیں۔

مکرم مسٹر ایم۔ بی مائیو پرنسپل احمدیہ اسکول فری ٹاؤن بعنوان خلافت کی برکات۔ مکرم مسٹر آئی۔ ایس۔ ایم۔ سیسے ہیڈ ماسٹر احمدیہ پرائمری اسکول ۹۱ بعنوان سیدنا حضرت مہدیؑ کی آمد۔ مکرم مسٹر اے۔ ٹی جالو۔ وائس پرنسپل احمدیہ اسکول بو بعنوان مسیح موعودؑ کا عشق رسولؐ۔

پانچواں اور آخری اجلاس:۔ یہ اجلاس آخری روز یعنی ۱۵ر مارچ کو صبح ۹ بجے زیر صدارت محترم امیر صاحب شروع ہُوا۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم مولوی مبارک احمد صاحب طاہر مبلغ مذکور نے مصائب و مشکلات اور اُس کی برکات پر تقریر کی۔ الحاجی کمانڈا بونگے صاحب جنرل سیکرٹری نے دورانِ سال جماعت کی ترقی کی جامع و مفصل رپورٹ پیش کی۔ لبعدۂ محترم امیر صاحب نے دارو ریجن کو علم انعامی عطا فرمایا۔ اس ریجن کے مبلغ مکرم نسیم احمد صاحب شمس نے احباب جماعت کے ہمراہ انعام حاصل کیا۔ اس کے بعد محترم امیر

صاحب نے دو ننھے منے بچوں کو قرآن کریم کے انعامات عطا فرمائے جنہوں نے اپنی پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم جیسی مبارک کتاب کو ختم کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ یہ انعام ان کو مبارک کرے اور علوم قرآنی سے بہرہ ور کرے۔ ان دو بچوں کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱):۔ عزیزہ محمودہ بنت مولوی حنیف احمد صاحب محمود۔

(۲):۔ عزیزم نور الامین محمود احمد ابن مکرم ڈاکٹر خالد احمد صاحب عطاء۔

انعامات کی تقریب کے بعد خاکسار نے محترم امیر صاحب کے ارشاد پر اعلان کیا کہ آئندہ جو احمدی بچہ پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کرے گا اسے پانچ صد لیونز اور جو بچہ آٹھ سال کی عمر میں قرآن ختم کرے گا اسے تین صد لیونز انعام ملے گا۔

اس کے بعد محترم امیر صاحب نے اختتامی خطاب فرمایا۔ جس میں خاص طور پر احباب جماعت کو دعوت الی اللہ کی طرف توجہ دلائی اور مالی قربانی کے معیار پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ آئندہ احباب نہ صرف اس معیار کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے بلکہ اس کو بڑھانے کی توفیق پانے کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔ آخر میں جلسہ سالانہ کی برکات کو ساتھ لے کر جانے اور سال بھر ان سے استفادہ کرنے کی تلقین کی۔ اجتماعی دعا کے ساتھ یہ جلسہ سالانہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

نماز تہجد درس و تدریس

تینوں دن مسجد احمدیہ میں نماز تہجد کا نماز مغرب و فجر کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ واعظین کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) مکرم مولوی نسیم احمد صاحب شمس ۔ درس القرآن

(۲) ؍؍ مسٹر آبلی ۔ کے جبار (تقریر) امام مہدی علیہ السلام کو ماننا کیوں ضروری ہے؟

(۳) مکرم مولوی محمد طفیل گھمن صاحب ۔ درس الحدیث

(۴) ؍؍ مسٹر الیف۔ ایس منیورہ۔ درس کتب مسیح موعود

میٹنگز:۔ جماعت احمدیہ کی فلاح و بہبود اور اس کی اشاعت کو تیز سے تیز تر کرنے کے لئے بعض تجاویز پر غور ہوا اور مبلغین کرام۔ ڈاکٹر صاحبان اور پرنسپلز کی الگ الگ میٹنگز ہوئیں۔ جن میں بہت سی مفید تجاویز سامنے آئیں اسی طرح حسب سابق امسال بھی لجنہ کے دو الگ اجلاسات منعقد ہوئے۔ جن میں مختلف خواتین نے تعلیم و تربیتی موضوع پر تقاریر کیں۔ بہنوں نے ۲۶ ہزار لیونز کی مالی قربانی پیش کی۔ محترم امیر صاحب نے بھی خواتین سے خطاب فرمایا۔ اور نصائح فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان مساعی میں برکت ڈالے اور دیرپا نتائج ظاہر فرمائے۔

قسط دوم آخری

فدیۃ الصیام کی رقوم مرکز میں بھجوانے والے احباب

جن احباب نے ماہ رمضان المبارک میں فدیۃ الصیام کی رقوم مرکز قادیان میں بھجوائی جماعتی نظام کے تحت مستحقین میں تقسیم کر دی گئیں۔ بغرض دعا ان کے نام شائع کئے جا رہے ہیں۔ احباب کرام سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضلوں سے نوازے اور رمضان المبارک کی برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔

امیر جماعت احمدیہ قادیان

نام	ملک
مکرمہ بشریٰ انور صاحبہ	کینیڈا
مکرم حبیب احمد صاحب کوبکر	انگلینڈ
؍؍ مبارک احمد صاحب	؍؍
مکرمہ اہلیہ مکرم ابراہیم عثمان صاحب	آسٹریلیا
مکرم عزیز احمد صاحب	کینیڈا
اہلیہ مکرم عزیز احمد صاحب	؍؍
مکرم منصور احمد صاحب	؍؍
اہلیہ مکرم منصور احمد صاحب	؍؍
مکرم قدیر احمد صاحب	؍؍
مکرمہ بشریٰ منیر صاحبہ	امریکہ
؍؍ بشریٰ سہیل صاحبہ	؍؍
؍؍ شہناز احمد صاحبہ	؍؍
مکرمہ والدہ صاحبہ مکرمہ آنسہ محمد صاحبہ	انگلینڈ
مکرم عبد العزیز صاحب شاہد	ابوظہبی
؍؍ سید عبد العزیز صاحب	امریکہ
مکرمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ	؍؍
؍؍ صفیہ رمضان صاحبہ	؍؍
؍؍ بشریٰ مریم صاحبہ	؍؍
؍؍ ثریا بیگم صاحبہ کالگری	کینیڈا
؍؍ معاویہ ثمر صاحبہ	؍؍
؍؍ صالحہ ثمر صاحبہ	؍؍
؍؍ جمیلہ اختر صاحبہ	لندن
؍؍ ریحانہ ناز انصاری صاحبہ	امریکہ
؍؍ نجم النساء صاحبہ	کٹک
مکرمہ اہلیہ صاحبہ مکرم منصور احمد صاحب	امریکہ
؍؍ ڈاکٹر سیدہ مریم حنا صاحبہ	انگلینڈ
؍؍ اکبری اسمٰعیل صاحبہ	یو۔کے
؍؍ اہلیہ مکرم مسعود احمد خان صاحب	امریکہ
؍؍ ہدایت بی بی صاحبہ	سویڈن
مکرم بشارت احمد صاحب	انگلینڈ
مکرمہ اہلیہ صاحبہ ؍؍	؍؍
مکرم مسعود منصور اعجاز صاحب	امریکہ
مکرم باسط احمد صاحب	کینیڈا
مکرمہ سلیمہ کوثر صاحبہ	یو۔کے
؍؍ امۃ الرشید صاحبہ	؍؍
؍؍ حبیبہ قدسیہ صاحبہ	زیورک
مکرم یحییٰ محمد شاہ صاحب	بھدرک
مکرمہ مریم بیگم صاحبہ	سرینگر
مکرم عبد السلام صاحب ٹاک	؍؍
؍؍ غلام محمد صاحب	رڈرکیلہ

پروگرام دورہ مکرم رفیق احمد صاحب انسپکٹر تحریک جدید

برائے صوبہ آندھرا۔ کرناٹک۔ مہاراشٹر

عالمگیر غلبہ اسلام کے لئے تحریک جدید عظیم الشان جہاد کبیر ہے۔ اور اس کا چندہ صدقہ جاریہ ہے۔ وصولی چندہ تحریک جدید کے لئے مکرم رفیق احمد صاحب انسپکٹر تحریک جدید درج ذیل پروگرام کے مطابق جملہ جماعتوں کا دورہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا صدر صاحبان، سیکرٹریان مال و جملہ عہدیداران سے انسپکٹر صاحب موصوف سے کما حقہ تعاون کی درخواست ہے۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
قادیان	-	-	۴ ۷/۸۷
بمبئی	۶ ۷/۸۷	۲	۹
بلگام	۱۰	۱	۱۱
ساونت واڑی	۱۱	۱	۱۲
کونڈہ	۱۳	۱	۱۴
اڈگی	۱۴	۱	۱۵
ہبلی	۱۵	۱	۱۶
سوراب	۱۶	۱	۱۷
ساگر	۱۷	۱	۱۸
شیموگہ	۱۸	۳	۲۱
بنگلور	۲۲	۴	۲۶
دیوڑرگ براستہ یادگیر	۲۷	۱	۲۸
تیماپور	۲۸	۱	۲۹
گلبرگہ	۲۹	۱	۳۰
شاد آباد	۳۰	۱	۳۱
اٹکور براستہ یادگیر	۳ ۸/۸۷	۱	۴ ۸/۸۷
یادگیر	۱ ۸/	۵	۷
حیدرآباد	۸	۸	۱۶
سکندرآباد	۱۶	۲	۱۹
عادل آباد	۲۰	۱	۲۱
چنداپور / ناماریڈی	۲۲	۱	۲۳
ظہیرآباد	۲۳	۱	۲۴
جڑچرلہ	۲۴	۱	۲۵
محبوب نگر	۲۵	۱	۲۶
دوڈمان	۲۶	۱	۲۷
چنتہ کنٹہ	۲۷	۳	۳۱ ۸/
کرنول	۳۱ ۸/	۱	۱ ۹/
حیدرآباد	۱ ۹/	۲	۳
قادیان	۶ ۹/۸۷	-	-

علاقائی مجلس عاملہ کشمیر

تمام مجالس خدام الاحمدیہ کشمیر کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ کشمیر میں سال ۸۷-۱۹۸۶ء کے لئے درج ذیل مجلس عاملہ ترتیب دی گئی ہے۔ قائدین و خدام ان سے تعاون فرمائیں۔

قائد علاقائی .... مکرم میر عبد الرحمٰن صاحب باری پورہ

ایڈیشنل قائد علاقائی .... ؍؍ عبد العزیز صاحب پلوامہ ناصر آباد

نائب قائد علاقائی .... ؍؍ مسعود احمد صاحب ڈار میڈیکل اسٹور

؍؍ ؍؍ .... ؍؍ مبارک احمد صاحب پلوامہ شورت

معتمد .... ؍؍ میر عبد الرحیم صاحب ساجد یاری پورہ

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

محترم نظام الدین صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر — (بقیہ صفحہ ۹)

میں لانے کی کوشش کرتا رہا۔ اور کبھی نہ تھکا۔ حتّٰی کہ اُنہوں نے میرے دِل و جان سے پیارے آقا مسیح موعودؑ کو گالیاں دیں اور آپؑ کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوئے تب مَیں نے رد کر انہیں کہا کہ اب مجھ میں اور تم میں مکمل جُدائی ہے۔ پس غور سے سُن! یہ رشتہ دار جو مسیح موعودؑ کی شان میں گستاخی کرنے والے تھے اُن کو میری موت کی خبر نہ دینا اور یہ "میرے جنازے میں شامل نہ ہوں"۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے کہ دیکھو "یہ میری نعش پر روئیں بھی نہیں"۔ پھر کہنے لگے کہ مَیں مرجاؤں تو میر قبر پر لکھنا:

"احمدیت کا خادم نظام الدین"۔

اللہ! اللہ!! احمدیت کی محبت آپ کے رگ و ریشہ میں کس قدر گھر کر چکی تھی—! احمدیت قبول کرنے کے "جرم" میں اپنے خلاف بننے والی قتل کی سازش کا جب ذکر کرتے تو بے اختیار کہتے، مجھے موت کا کوئی ڈر نہ تھا۔ مگر میرے قتل کا منصوبہ بنانے والے بے وقوفوں کو کیا علم تھا کہ مَیں مسیح موعودؑ کے درختِ وجود کی ایک معمولی سی مگر سرسبز شاخ ہوں۔ خدا اِس شاخ کو مسیح موعود علیہ السلام کے درختِ وجود سے کیسے جُدا کر دیتا جب تک کہ یہ شاخ پھل نہ دے لیتی۔ اور وہ پھل میری نسل سے چار واقفینِ زندگی ہیں—!

موت کے وقت جو آخری الفاظ آپ کی زبان پر تھے وہ یہ ہیں:—

"اَے میرے پیارے اللہ!
جے میرا زندہ رہنا بہتر اے
تے تُو مینوں جلدی شفا دے
دے۔ جے میرا وقت آگیا
اے تے مَیں تیری رضا تے
راضی آں"۔

مرحوم نے اپنے پسماندگان میں اپنی زوجہ محترمہ کے علاوہ چار بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ حضور دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گوشہ گُمنامی میں زندگی گزار کر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہونے والے اِس مجاہدِ احمدیت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ اور خاص طور پر مجھ ناچیز کے لئے یہ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

ضروری اعلان

جماعتِ احمدیہ مانیکا گوڑہ کو نظارت بیت المال آمد کی طرف سے جاری کی گئی ایک نئی رسید بُک نمبر 1105 کہیں گُم ہو گئی ہے۔ لہٰذا احباب جماعت ہائے احمدیہ بھارت مذکورہ نمبر کی رسید بُک پر چندہ ادا نہ کریں۔ اِس رسید بُک پر ادا شُدہ چندہ، ادا شدہ منظور نہ ہوگا۔ اگر کسی کو یہ رسید بُک ملے تو نظارت بیت المال آمد قادیان کے نام ارسال فرما دیں۔

ناظر بیت المال آمد۔ قادیان

ارشادِ باری تعالیٰ:—
اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ
(اے محمدؐ!) یقیناً ہم نے تجھے کوثر (ہر چیز میں کثرت) عطا کی ہے۔
(طالبِ دُعا)
AUTOWINGS,
13- SANTHOME HIGH ROAD.
MADRAS - 600004.
PHONES 76360
74350
آٹو ونگس

اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
(حدیثِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم)
منجانب:- ماڈرن شو کمپنی ۳۱/۵/۶ لوئر چیت پور روڈ۔ کلکتہ ۷۰۰۰۷۳
MODERN SHOE CO.
31/5/6 LOWER CHITPUR ROAD.
PHONE :- 275475
RESI :- 273903
CALCUTTA - 700073.

اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ
ہر قسم کی خیر و برکت قرآنِ مجید میں ہے
(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السّلام)
THE JANTA
PHONE :- 279203
CARDBOARD BOX MFG. CO.
MANUFACTURERS OF ALL KINDS OF CARDBOARD.
CORRUGATED BOXES & DISTINCTIVE PRINTERS.
15, PRINCEP STREET, CALCUTTA - 700072.

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج ۔ جس کی فطرت نیک ہے آئیگا وہ انجام کار
رائچوری الیکٹریکلس، الیکٹرک کنٹریکٹر
RAICHURI ELECTRICALS
(ELECTRIC CONTRACTOR)
TARUN BHARAT CO-OP. HOUSE SOCT.
PLOT NO. 6, GROUND FLOOR, OLD CHAKALA.
OPP. CIGARETTE FACTORY, ANDHERI (EAST)
BOMBAY - 400099.
PHONES OFFICE :- 6348179.
RESI :- 629389

ھُوَ النَّاصِرُ
خُدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
کراچی میں معیاری سونا کے زیورات بنوانے اور خریدنے کے لئے تشریف لائیں!
الرّؤف جیولرز
۱۶۔ خورشید کلاتھ مارکیٹ۔ حیدری۔ شمالی ناظم آباد۔ کراچی
(فون نمبر:- 617096)

ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء

{ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے }

(الہام حضرت مسیح پاک علیہ السلام)

پیشکردہ کرشن احمد، گوتم احمد اینڈ برادرس۔ ستاکسٹ۔ جیون ڈریسیز۔ مدینہ میدان روڈ۔ بھدرک۔ ۷۵۶۱۰۰ (اڑیسہ)

پروپرائیٹر:- شیخ محمد یونس احمدی۔ فون نمبر:- 294

بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

SK. GHULAM HADI & BROTHERS, READY-MADE GARMENTS DEALERS

CHANDAN BAZAR, BHADRAK, Distt.- BALASORE (ORISSA)

"فتح اور کامیابی ہمارا مقدر ہے۔" { ارشاد حضرت ناصر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ

احمد الیکٹرانکس

کورٹ روڈ۔ اسلام آباد۔ (کشمیر)

گڈلک الیکٹرانکس

انڈسٹریز روڈ۔ اسلام آباد۔ کشمیر

امپائر ریڈیو۔ ٹی وی۔ اوشا پنکھوں اور سلائی مشینوں کے سیل اور سروس

"ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔"

(کشتی نوح)

پیشکش :-

ROYAL AGENCY

PRINTERS, BOOKSELLERS & EDUCATIONAL SUPPLIERS.

CANNANORE - 670001. PHONE NO. 4478.

HEAD OFFICE P.O. PAYANGADI - 670303 (KERALA) PHONE NO. 12

پندرھویں صدی ہجری غلبۂ اسلام کی صدی ہے

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

(پیشکش)

SAIRA Traders

WHOLE SALE DEALER IN HAWAI & PVC CHAPPALS.

SHOE MARKET, NAYAPUL, HYDERABAD - 500002.

PHONE NO. 522860.

"قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے۔" (ملفوظات جلد ہشتم ص ۳۱)

ہمارے

الائیڈ گلو پروڈکٹس

بہترین قسم کا گلو تیار کرنے والے

(پتہ)

نمبر ۲۴۰/۴/۲ عقب کاچی گوڑہ ریلوے سٹیشن حیدرآباد ۲۷ (آندھرا پردیش)

(فون نمبر:- ۴۲۹۱۶)

"جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا عنقریب وہ مرنے کے بعد شرمندہ ہوگا!"

(ضرورۃ الامام صفحہ ۵۳)

NIR ®

CALCUTTA-15.

پیش کرتے ہیں:-

آرام دہ مضبوط اور دیدہ زیب ربڑ شیٹ، ہوائی چپل، نیز ربڑ، پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!